ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ
فروری ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استقامت

"ہر وقت اسے پیش نظر رکھیے کہ استقامت اصل کار ہے۔ اگر ایک آدمی فوج کی نوکری قبول نہیں کرتا تو یہ کوئی جرم نہیں، لیکن اگر سپاہی بن کر، اور میدانِ جنگ میں آکر پیچھے ہٹتا ہے تو اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

ہاں، رہِ عشق است کج رفتن ندارد باز گشت
جرم را ایں جا عقوبت ہست و استغفار نیست
(عرفی)

دریا میں اترنے سے پہلے سب کچھ سوچ لینا چاہئیے۔ لیکن جب اُتر گئے تو موجوں کا شکوہ فضول ہے۔ اور کبھی بھی سنا نہ جائے گا۔ ممکن ہے پہلے ہی غوطے میں خونخوار نہنگوں کا سامنا ہو جائے، لیکن جو شخص سمندر میں کودتا ہے اسے نہنگوں کے وجود سے بے خبر نہ ہونا چاہئیے۔"

مکتوب بنام مولانا مہر / بحوالہ "مولانا آزاد، ایک نادرِ روزگار شخصیت"
از غلام رسول مہر ص ۳۴

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ ، فروری ۱۹۹۶ء ، جلد ۷ ، شمارہ ۲ قیمت /۱۲ روپے

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر : سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول : سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۰ قمر الحسنین

شمس الاسلام بھلی ۰ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۰ عبداللطیف خالد

خادم حسین سید خالد مسعود

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک /۱۲۰ روپے ، بیرون ملک /۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم ، مہربان کالونی ، ملتان ۔ فون : ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّة (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر : سید محمد کفیل بخاری ، طابع : تشکیل احمد اختر ، مطبع : تشکیل نو پرنٹرز ، مقامِ اشاعت : دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
قلم برداشتہ:	اے گلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں	سید عطاء المحسن بخاری	۶
مقالۂ خصوصی:	جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ	حکیم محمود احمد ظفر	۸
حسنِ انتخاب:	اسلام، سیاست، حکومت	حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ	۱۹
دینی مسائل:	قارئین کے سوالات اور ان کے جوابات	مفتی ابو معاویہ منظور احمد تونسوی	۲۰
ماضی کے جھروکے سے:	تحریکِ تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء	محمد یعقوب اختر	۲۲
ارادت کے موتی:	جانشینِ امیر شریعت رحمہ اللہ کی دینی خدمات پر علماء اور دانشوروں کا خراجِ تحسین		۲۷
دین و دنیا:	انسان کا دشمن ---؟	مولانا محمد مغیرہ	۳۰
کھلا خط:	مولانا ابوریحان عبدالغفور، بنام ماسٹر محمد امین	مولانا ابوریحان	۳۳
زبانِ خلق:	وہ کافرہ کیا مسلمان ہو گئی ہے، یا آپ؟	بنیاد پرست عبدالواحد بیگ	۴۴
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات انکی	ساغر اقبالی	۴۵
یادِ رفتگاں:	حضرت مولانا قاری قمر الدین رحمہ اللہ	مجیب الرحمٰن	۴۷
اخبار الاحرار:	ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری کے تبلیغی سفر کی روداد		۵۴
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	سید محمد ذوالکفل بخاری	۵۷
ترحیم:	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۵۹
شاعری:	پیغامِ دل (نظم)	حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ	۶۱
	او حکمراں او جاگیردار (نظم)	سید عطاء المحسن بخاری	۶۲

دل کی بات

نئے ٹیکسوں کا بوجھ

مہارانی، وزیرِ اعظمیٰ بے نظیر زرداری نے لاہور میں یکم فروری کو ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب:

"ہر چیز اور ہر سروس پر ٹیکس لگے گا"

ٹیکسوں کا بوجھ ہمیشہ متوسط طبقے پر ہی پڑتا ہے۔ مگر مچھ تو "ٹک مکا" کے "سنہری" اصولوں پر ہی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو شوقیہ طور پر ہی نگل جاتے ہیں۔ ہماری دانست میں موجودہ حکومت کی مہربانیوں سے اب قوم کی کوئی چیز اور کوئی سروس ایسی باقی نہیں رہی جس پر ٹیکس نہ ہو۔ جو لوگ محنت مزدوری کر کے بمشکل اپنا اور بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں ان پر مزید ٹیکسوں کا بوجھ ڈالنا سراسر ظلم، زیادتی اور حکومتی جبر کی بدترین مثال ہے۔ ان ٹیکسوں کے نفاذ کا منطقی نتیجہ جرائم میں اضافے کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا۔ بددیانتی رشوت خوری اور چور بازاری میں پہلے ہی کمی نہیں اب یہ بیماریاں عروج پر پہنچیں گی۔

جس شخص کے وسائل روزگار اس سے چھین لئے جائیں یا اس کی دسترس سے دور کر دیئے جائیں وہ ڈاکہ نہیں ڈالے گا تو اور کیا کرے گا؟

وزیرِ اعظمیٰ اگر اپنے شوہر نامدار جناب آصف علی زرداری کے کمیشن کا دس فیصد بھی "احسان کر کے" قومی خزانے میں بطور عطیہ دے دیں تو نئے ٹیکس نہیں لگانے پڑیں گے بلکہ پہلے ٹیکسوں میں بھی کمی ہو جائے گی۔

بدترین حالات میں بھی ملکی خزانے میں قوم جتنا حصہ ڈالتی ہے یہ اُس کی حب الوطنی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ حکومت قوم کو مزید امتحان میں نہ ڈالے اور اپنی عیاشیوں، بدمعاشیوں اور اللوں تللوں کے لئے مگر مچھوں کی طرف رجوع کرے۔ غریب عوام پر ظلم نہ کرے۔ ظلم کی رسی دراز ضرور ہوتی ہے مگر یاد رکھو! جب ختم ہوتی ہے تو ظالم کی گرفت میں ہوتی ہے۔

پاک بھارت تجارت

ان دنوں حکومت پاکستان، بھارت سے تجارتی تعلقات بڑھانے بلکہ مستحکم کرنے پر تُلی معلوم ہوتی ہے۔ "پاک بھارت تجارت" اخبارات و رسائل کا اہم موضوع ہے۔ اس کی مخالفت اور موافقت میں مختلف حلقوں کی آراء سامنے آرہی ہیں۔ حکومت مخالف حلقوں کا کہنا ہے کہ بھارت کی طرف سے پاکستان پر راکٹوں کے حملے، مسئلہ کشمیر، ایٹمی پروگرام کی وسعت، پرتھوی میزائل کا تجربہ اور سرحدی علاقوں پر مسلسل کشیدگی کے ماحول میں بھارت کے ساتھ تجارتی معاہدہ ملک کے ساتھ غداری ہے۔

وزیر اطلاعات کا کہنا ہے کہ "کنٹرول لائن" پر اتنی کشیدگی نہیں کہ بھارت سے تجارت متاثر ہو، اور

بھارت جیسا بھوکا ملک اب جنگ نہیں چھیڑ سکتا" - جہاں تک تجارت کا تعلق ہے تو اس کے ہم مخالف نہیں لیکن وہ کسی اصول اور ضابطے کے تحت ہونی چاہئیے- تاجروں کو اعتماد میں لیکر کوئی پالیسی اپنانی چاہئیے- تاکہ پاکستانی منڈی کو کوئی نقصان نہ ہو- بھارت کے ساتھ تجارت میں تعلقات خوشگوار ہونے کا امکان قوی ہے- رہا دوسرے مسائل کا حل تو جو حکومت اپنا ملک ٹھیکے پر دے چکی ہو، اپنی آزادی گروی رکھ چکی ہو- شرم و حیاء سے عاری ہو چکی ہو- امریکہ کی غلام بے دام بن چکی ہو ان مسائل کو وہ کبھی حل نہیں کر سکتی- کہ ان کا حل دوسروں کے رحم و کرم پر ہے-

وزیر اطلاعات کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کس قدر سیاسی شعور کا غماز ہے- سبحان اللہ! جس ملک کی باگ ڈور ایسے "فاضل اور باشعور" افراد کے ہاتھوں میں ہو- اس کا یہی حشر ہونا تھا- جو ہو رہا ہے-

بھارت نے بھوک برداشت کر کے ایٹمی دھماکہ کیا، پرتھوی میزائل کا پندرہواں تجربہ کیا- اور مسلسل آگے بڑھ رہا ہے-

اور..... ہمارے حکمرانوں نے قوم کو معاشی طور پر تباہ کر کے، قومی خزانے کا دیوالیہ نکال کر اپنی بدمعاشیوں کو فروغ دیا اور امریکہ مہاراج کی غلامی قبول کر کے ایٹمی پروگرام رول بیک کر دیا- جبکہ قوم میں اب بھی جینے کا حوصلہ ہے اور وہ بھوک برداشت کر کے ایٹمی پروگرام کے احیاء اور تکمیل کا عزم رکھتی ہے- لیکن بددیانت حکمرانوں اور بداطوار و بدبخت سیاست دانوں نے اس پاکیزہ قومی جذبہ کی قدر افزائی کی بجائے اس کی تذلیل کی- نتیجہ سب کے سامنے ہے-

پاکستان میں امریکی بحری اڈے کی تیاری

موجودہ حکومت نے پہلے گوادر کی بندرگاہ کو اومان کے ذریعہ امریکی تصرف میں لانے کا بھیانک منصوبہ بنایا اور اب کراچی کی بندرگاہ کی چار گودیاں امریکہ کے حوالے کرنے کا منصوبہ زیر عمل ہے- موقر جریدہ "ہفت روزہ تکبیر، کراچی، اس سلسلہ میں تفصیلی معلومات شائع کر چکا ہے- منصوبہ کے مطابق امریکی فوج بندرگاہ استعمال کر سکے گی- حساس تنصیبات امریکہ کے رحم و کرم پر ہوں گی- امریکن پریذیڈنٹ لائنز (اے پی ایل) کے سوا کسی اور کو کارگو ٹرمینل بنانے کی اجازت نہیں ہو گی- یہ چاروں گودیاں آئندہ ۲۰ سال تک امریکیوں کی تحویل میں رہیں گی- اس کے علاوہ دیگر بے شمار تفصیلات ہیں- یہ کیا ہے، کیوں ہو رہا ہے، کس کے ذریعے ہو رہا ہے اور کس کے لئے ہو رہا ہے؟ ان سوالوں کے جواب اتنے آسان ہیں کہ آپ پاکستان کے ہر شخص سے پوچھ سکتے ہیں اور وہ فوراً آپ کو بتا دے گا- افسوس ہے کہ ایسے اہم قومی معاملے پر چاروں جانب سناٹا ہے- حزب اختلاف کی خاموشی بھی معنیٰ خیز ہے- اگر ہم اسی طرح خاموش رہے تو پھر خدانخواستہ ہماری

آزادی صلب کرنے کا باقاعدہ اعلان ہو جائے گا۔ حکومت بے شک امریکہ کی غلامی قبول کرلے مگر قوم نہیں کرے گی۔ وہ جو بھونکتوں کو دیکھ کر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں "ہم بنیاد پرستوں کا خاتمہ کر دیں گے"

ان بھونکوں کو یقین رکھنا چاہیئے کہ یہی "بنیاد پرست" اس ملک کی حقیقی آزادی اور نظریاتی تشخص کا تحفظ کریں گے۔ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنائیں گے اور تم بزدلوں، امریکی ایجنٹوں، یہود و نصاریٰ کے غلاموں، ملک و قوم اور دینِ اسلام کے غداروں کا ٹیٹوا دبا دیں گے۔

نادانو، سرکشو، تمہارا رب تم سے روٹھ گیا ہے۔ اس کو راضی کر لو تو ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اور لٹی ہوئی بہاریں بھی واپس لوٹ آئیں گی۔ رب کو راضی کرنے کا ایک ہی عمل ہے کہ اس کے عطاء کئے ہوئے ملک میں اس کا نظام نافذ کر دو۔

پھر دیکھنا:
بہار آئے گی بے اختیار آئے گی۔

فون بستانِ عائشہ: ۵۱۱۳۵۶ | فون مدرسہ معمورہ: ۵۱۱۹۶۱

اپنے عطیات اور زکواۃ و صدقات

مدرسہ معمورہ ملتان

کو عنایت فرمائیں

طالبات کے

مدرسہ بستانِ عائشہ

میں دو نئی درس گاہوں کی تعمیر شروع ہے

رمضان المبارک میں اہل خیر اس کار خیر میں فوراً حصہ ڈالیں

ترسیل زر کا پتہ:

بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مہتمم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک: بنام سید عطاء المحسن بخاری اکاؤنٹ ۲۹۹۳۲ حبیب بینک حسین آگاہی ملتان۔

سید عطاء المحسن بخاری

قلم برداشتہ

"اے گلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دِل نہیں"

بدلتی رتوں کی روایتوں کو زندگی بخشنے والے لاہوریوں نے بسنت رُت کو خوب منایا۔ رات کی تاریکیوں کو بھی بسنتی کر دیا۔ کئی بستیوں کو اجلا کر دیا یعنی بسنت رُت میں نہا گئے۔ اور ہندوؤں کی بسنتی رت کو بھی مات دیدی۔ لاہوری دیویاں ناچیں، اچھلیں، کودیں بلکہ انہوں نے "گدکڑے مارے" یعنی "لکڈ کوبی" کی اور جی بھر کے پتنگیں اڑائیں، کاٹیں، بوکاٹا کے آوازے کسے، تکل اڑائے، لڑائے اور تکل کے لڑجانے کو بھی بسنت تہوار کا "فیض عام" جانا۔ لونڈے، لڑکے بالے، اور بسنت کے متوالے بھی بسنت آندھی کے ساتھ تھے "بھولے بھالے" "کٹی پتنگ" لوٹنے میں مصروف رہے اور "نشیمنوں پہ بجلیوں کا کارواں گزر گیا"۔ گزر جانے والی آفت تھی، گزر گئی مگر اپنی باقیات سیئات، واردات، طریقۂ واردات، تاثرات، اثراتِ بد، پورے پاکستان کے لئے "ورثۂ خبیثہ" کے طور پر چھوڑ گئے۔ بسنتی رویے، جذبے، بسنتی اعمال، عمال اور بسنتی چونلے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ جب گولیاں چلیں، فضا کے ارتعاش نے بار بار ان گولیوں کا تعاقب کیا، گولیاں برسانے والوں کو "تاریکی" میں جھانکا، تاکا، جانا پہچانا مگر نصیر اللہ کی آنکھ نے نہ دیکھا، نہ پہچاننے کی کوشش کی، نہ جاننے والوں کی بات مانی اور اتنی سی بات نہ جانی کہ یہ سرمایہ جو بے دریغ پیشاب کی موری میں بہایا گیا، جو آتشِ بارود میں جلایا گیا، جو کاغذی پیرھن میں اڑایا گیا، جو کچے تاگے سے باندھا گیا، یہ دولت حلال کی تھی یا حرام کی؟ پاکستان کی تھی یا ہندوستان کی؟ شریف شہریوں کی تھی یا دہشت گردوں کی؟ یوسف تالپور اور جہانگیر بدر کو بدر کی چاندنی میں کوئی غربت کی ماری جوانی، بلکتی آنسو بہاتی نظر نہ آئی۔ کوئی مظلوم ظلم کی چکی میں پستا دکھائی نہ دیا۔ کوئی مزدور، کوئی کسان، کوئی رھڑی بان وڈیروں کے ہاتھوں لہولہان، زخمی زخمی، سسکتا کراھتا، عوام دوست آنکھ میں نہ "رڑکا" یا آنکھ پر چربی چھا گئی ہے۔ اقتدار کی چربی، ہٹے کی چربی اور ھٹے کٹے کی چربی آخر یہ بھی پگھلنی ہے اور جب یہ چربی پگھلے گی پھر یہ کہیں گے "ہمیں دوبارہ زندگی دے کہ ہم اعمال صالحہ کریں اور تیری رضا حاصل کریں" لیکن تب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ایک صاحب نے بسنتی تے کی کہ "بسنتی اعمال" کا مذھب سے کوئی تعلق نہیں! ہائے اللہ کتنے کور مغز ہیں، اتنی حقیقت بھی نہیں سمجھتے کہ جس آدمی کا تعلق مذھب سے ہے اسکے ہر عمل کو اسکے مذھب پر پرکھا جائے گا اب وہ فیصلہ کریں کہ انکا بھی مذھب سے کوئی تعلق ہے کہ نہیں؟ یا ان کا کونسا مذھب ہے؟

یہ فلسفہ کہ جس کام سے تھکان دور ہو، سکون ملے، نفرتیں کم ہوں وہ کام کرنے چاہئیں! بڑا آسان فلسفہ ہے جو ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، مرزائی کے لئے مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر تمہاری کیا خصوصیت ہے،

تم بھلے کیوں اور دوسرے کافر بُرے کیوں؟ تم بسنتی کرتوتوں کے باوجود جنت کے ٹھیکیدار اور وہ سوشل سروس کے باوجود دوزخ کے سزاوار؟ کیا اسی کا نام مذھب ہے؟ اور یہ ہے مذھبی کردار؟ ھت ترے کیا کہنے! کوئی ایک دوسرے کے قریب یا قریب تر ہونے سے سکون پاتے ہیں، کچھ بھیگ جانے سے سکون پاتے ہیں اور کچھ بھیگ کر پھڑ پھڑانے اور پَر سکھانے سے سکون پاتے ہیں، وہ تعزیرات پاکستان میں مجرم کیوں؟ اور "تعزیبات فافستان" کے عقوبت خانے کی زینت کیوں؟ ہوٹل کی چھت پر ڈانس ہو تو سکون اور ٹبی بازار میں ڈانس ہو تو فحاشی؟ آخر تم لوگ اس ملک میں کیسے جینا چاہتے ہو؟ جنگلی درندے کی طرح، یا سرکس کے جمہوری حیوان کی طرح یا کلمہ گو مسلمان کی طرح؟

اگر کلمہ گو مسلمان کی طرح، تو پھر یاد رکھئے مسلمان تو کہتے ہی اسے ہیں جو دینی اقدار کا تحفظ کرے، انکی بقا کا ضامن بنے، ان کے ارتفاع وارتقاء کا نمونہ و نمائندہ بنے اور اگر سرکس جمہوری حیوان کے رویے پسند ہیں تو پھر پاکستان سے نکل جاؤ اور دو قومی نظریے کے تحت ہندو ملیچھوں کے ساتھ مل کے یہ تہوار مناؤ۔ اچھلو، کودو، گاؤ، ناچو جدھر چاہے گھوم جاؤ اور اگر جنگلی درندوں کے سے آثار تمہارا من بھاتا رویہ ہے تو بڑی اچھی بات ہے۔ اپنی فرنگیانہ روش اور فرنگیانہ نسل لیکر چھانگا مانگا کے جنگل میں جا بسو بلکہ بہتر اور اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ کہیں اور جا بسو جہاں صرف جنگلی تہذیب کی پتنگ نہ اڑے بلکہ جنگلی لباس، جنگلی خوراک، جنگلی رویے اور جنگل ہی جنگل ہو۔

بقولِ اقبالؒ:

چہ کافرانہ قمار حیات می بازی
کہ با زمانہ بسازی بخود نمی سازی

وَاقعہ کربلا اور اس کا پسِ منظر

مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

ایک نئے مطالعے کی روشنی میں

تحقیق کی دنیا میں علماء اور دانشوروں سے دادِ تحسین وصول کرنے والی
نہایت متوازن اور مسلکِ حق کی ترجمان کتاب

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

قیمت 150 روپے

حکیم محمود احمد ظفر

جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ

وہ بااختیار ہوتے ہوئے بھی بے اختیار ہوتے ہیں۔

(Herald Laski : The crisis of Democracy P:42)

ججوں کے فیصلوں پر سیاسی اور ذاتی میلانات اور رجحانات ہی اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ بسا اوقات دولت کا لالچ بھی انہیں راہ عدل و انصاف سے رو گردانی کرا دیتا ہے۔ جمہوری سماج اور معاشرہ میں چونکہ دنیوی جاہ و جلال اور مادی عظمت و حشمت اور وقتی فوائد و لذائذ ہی کو زندگی کا بہترین سرمایہ سمجھا جاتا ہے۔ لہذا عدلیہ کے افراد بھی اسی سماج کا حصہ ہوتے ہوئے اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ وہ بھی اسی دنیا کی مخلوق ہوتے ہیں۔ آسمانی چمک دمک دیکھتے ہیں۔ ان کے دل میں بھی امیر بننے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ ان کا دل بھی چاہتا ہے قیمتی کاروں پر سفر کریں۔ مزید برآں جمہوری سماج کے غلط کار لوگ جو برسر اقتدار ہوتے ہیں یا جن کا برسر اقتدار لوگوں کے ساتھ سیاسی یا ذاتی تعلق ہوتا ہے، یا معاشرہ کے وہ لوگ جن کا مقصود زندگی ہر جائز و ناجائز طریقہ سے دولت سمیٹنا ہوتا ہے، ان کو ہر وقت لالچ (Temptation) دیتے رہتے ہیں، لہذا وہ ان حقیر اور وقتی نمائندوں کے لئے بے گناہ لوگوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر دیتے ہیں یا گناہ گار لوگوں کو ان کے ناجائز حقوق دلوا دیتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ماہر سیاسیات وسکاؤنٹ برائس (Viscownt Bryce) نے لکھا ہے:

"بداخلاقی کے تمام مظاہر میں سے عدلیہ کی بددیانتی سب سے زیادہ نفرت انگیز ہے۔ کیونکہ وہ غریب اور امیر کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے (جمہوری ریاست ہوتے ہوئے) فرانسیسیوں کو اپنی عدالتوں پر کوئی اعتماد نہیں رہا۔ اور امریکہ جیسے جمہوریت کے علمبردار ملک میں بعض بنچوں پر ایسے جج صاحبان موجود ہیں جن کے انتخاب میں یا تو سیاست دانوں کا دخل ہے یا پھر بڑے بڑے صنعتی اداروں کا۔ امریکہ کے بعض شہروں میں بڑے بڑے وکلاء بھی عدالتوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ججوں کی رائے میں تبدیلی کے طریقوں میں بھی اچھی خاصی تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ اب رشوت ستانی کے ایسے عمدہ طریقے ایجاد ہوگئے ہیں جن پر کوئی شخص شک نہیں کر سکتا۔ اب ججوں کے سامنے سونے اور چاندی کے ڈھیر نہیں لگائے جاتے بلکہ ان کو کسی ذریعہ سے صرف اتنی اطلاع دینا کافی ہوتا ہے کہ اگر وہ فلاں مقدمہ ان کی مرضی کے مطابق کر دیں تو فلاں فلاں کمپنی میں بغیر سرمایہ لگائے انہیں اتنے حصص کا مالک بنا دیا جائے گا۔"

(Viscount Bryce : Modern Democracies, P.28)

شاید یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں انصاف کوئی ارزاں چیز نہیں رہی بلکہ اقتدار کی اس مارکیٹ

میں یہی سب سے قیمتی چیز بن گئی ہے۔ اور اسے صرف اور صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن کی جیبیں مال و دولت سے بھری ہوئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ غریب لوگ مظلوم اور ستم رسیدہ ہونے کے باوجود صرف جیب میں دولت نہ ہونے کی وجہ سے عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹا سکتے۔

امریکہ جیسے جمہوری ملک میں چند سال قبل روزن برگ (Rosen Bergs) اور مسز روزن برگ کو عدالت نے جس دباؤ کے تحت موت کا حکم سنایا اس نے عدلیہ کی آزادی کا پول کھول دیا۔ صرف اور صرف اقتدار پر قابض طبقہ کے ایماء پر موت کا حکم سنایا گیا حالانکہ اتنی بڑی سزا کے لئے جو شہادتیں پیش کی گئیں وہ بالکل ناکافی تھیں جیسا کہ اس جیوری کے ممتاز رکن جسٹس جیوٹ (Gouitt) نے اس حقیقت کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے۔

چونکہ حکمران طبقہ اس میاں بیوی کے خون میں ہاتھ رنگنے پر تلا ہوا تھا اور اسی میں ان کا ذاتی مفاد تھا اس وجہ سے اگرچہ ان کی اس سزا پر احتجاج بھی ہوا۔ فیصلہ میں اختلافی نوٹ بھی لکھا گیا لیکن ججوں کی اکثریت نے اس کو سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ بعد میں جب ایک جسٹس ڈگلس (Dougles) نے دلائل اور شہادتوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے دوبارہ مقدمہ چلانے کی اجازت دی تو جمہوریت کے جاں نثاروں اور پرستاروں نے واویلا اور شور مچانے کے ساتھ ساتھ جج کو مواخذہ (Impechment) کی دھمکی تک دی۔ لہذا جمہوریت میں عدلیہ کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔

١٦۔ جمہوریت میں نہ صرف عدلیہ اور مقننہ کی آزادی ختم ہو جاتی ہے بلکہ انتظامیہ بھی پبلک کے نمائندوں کے بے جا دخل اندازی پر مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے، کیونکہ مفاد پرست سیاسیین کا یہ ٹولہ اپنے اور اپنے حواریوں کے مفادات کی خاطر انتظامیہ کے معاملات میں دخل انداز ہوتا رہتا ہے۔ وہ اپنے مفادات کی خاطر ان کی آراء پر ہر وقت اثر انداز ہوتے رہتے ہیں اور وہ ان کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر وہ ان کا اثر قبول کریں اور قانون کے مطابق جو کہ ان کا خود اپنا بنایا ہوتا ہے کام کریں تو وہ رائے عامہ کو ان کے خلاف ابھار دیتے ہیں۔ اور انتظامیہ کا وہ افسر بیچارہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان کی بات مان لیتا ہے اور اگر پھر بھی نہ مانے تو اپنی کرسی سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، لہذا وہ اپنی عافیت اسی میں سمجھتا ہے کہ ان بے ضمیر نمائندوں کی مرضی کے مطابق کام کرے۔

انگلستان جو جمہوریت کا سب سے بڑا علم بردار ہے، وہاں کے نمائندوں نے وہاں کی انتظامی مشینری کو بری طرح برباد کیا ہے۔ چنانچہ مشہور دانشور اور سیاست دان مسٹر جلیس بار کرنے ان الفاظ میں اس حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔

"انگلستان اب ایک نہایت وسیع کاروبار ہے جس کو چند جاہل اور جھگڑالو منتظمین اپنی اپنی خواہشات اور مرضی کے مطابق چلا رہے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی ایسا نہیں رہا جو ان جاہل ناتجربہ کار لوگوں کی راہ نمائی کر سکے۔ انہیں لوگوں کے کام سے کوئی غرض نہیں بلکہ ان کی ساری دلچسپیاں صرف اسی ایک بات پر مرکوز

ہیں کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان عہدوں پر قابض رہیں۔

(Heamshow: Democracy on the crossway, P.22)

یہی حال پاکستان اور دوسرے جمہوری ممالک میں ہے۔"

۱۷- جمہوریت بددیانتی کو فروغ دیتی ہے اور اس کا ہر نمائندہ بددیانتی اور فریب دہی کی جیتی جاگتی تصویر ہوتا ہے۔ چنانچہ انتخابات سے قبل آئندہ انتخاب کے لئے اپنی مرضی کے مطابق حلقہ بندی کروائی جاتی ہے تاکہ حریف کو نقصان پہنچایا جاسکے۔ فہرستوں کی تیاری بھی چونکہ مسند اقتدار پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی ذمہ داری ہوتی ہے لہذا ان علاقوں میں جہاں انہیں کامیابی کی امید ہوتی ہے جعلی ووٹوں کا اندراج بکثرت کروایا جاتا ہے اور جس علاقہ میں کامیابی کی امید نہیں ہوتی وہاں فریق مخالف کے ووٹوں کا بہت کم اندراج کروایا جاتا ہے۔ جو کہ ایک بہت بڑی بددیانتی اور دھوکہ دہی ہے۔ گویا کہ الیکشن سے قبل ہی بددیانتی کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے۔

پھر الیکشن کے دوران صرف عوامی حمایت حاصل کرنے کے لئے عوام کے ساتھ ایسے وعدے کئے جاتے ہیں جن کا پورا کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ کبھی ہر کاشتکار کے لئے ۱۲ ایکڑ اراضی مہیا کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے اور کبھی روٹی کپڑا اور مکان کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ وعدہ کرتے وقت خود ان کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ وہ یہ وعدے پورے نہیں کر سکیں گے۔ لیکن صرف دھوکہ دہی اور فریب دینے کے لئے یہ وعدے کئے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں دوران الیکشن تمام اخلاقی اور دینی اقدار کو پامال کیا جاتا ہے۔ پھر حریف کی تذلیل و تحقیر کی جاتی ہے اور اس کی نجی زندگی کے جملہ عیوب تلاش کر کے سرعام اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔ اس کی عزت کو سرعام نیلام کیا جاتا ہے۔ اس کے رازہائے دون اور گناہ ہائے تاریک کو طشت ازبام کیا جاتا ہے تاکہ وہ رسوا اور بدنام ہو اور لوگ اس سے نفرت کر کے اسے ووٹ نہ دیں۔

بیشتر مقامات پر ووٹوں کی منڈی لگا کر انہیں خریدا جاتا ہے اور ان کے ضمیر کا زیادہ سے زیادہ قیمت پر سودا کیا جاتا ہے تاکہ اقتدار کے یہ بھوکے بھیڑیئے حکومت کے ایوانوں میں داخل ہو سکیں۔ پھر برسر اقتدار آنے کے بعد اس کاروبار پر لگا ہوا سرمایہ چند دنوں ہی میں کئی گنا کیا جاتا ہے۔

کئی دفعہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ فریق مخالف کو انتخاب کی منڈی کے یہ تھوک فروش اس کی بولی بھی لگا دیتے ہیں۔ گویا عوام کے ضمیر کو بکا جرمولی کی طرح فروختنی شے بنا دیا جاتا ہے۔

الیکشن کے دوران ایسے گھناؤنے جرائم کئے جاتے ہیں کہ خود حیاء بھی سر پیٹ لیتی ہے۔ جیسے فریق مخالف کو اغواء کرانا، ووٹروں کو ڈرانا دھمکانا، جعلی ووٹوں کی بھرمار، ووٹوں کی گنتی میں عیاری اور بیلٹ بکسوں کی تبدیلی وغیرہ یہ وہ جرائم ہیں جن کی نہ اخلاق اجازت دیتا ہے اور نہ کوئی دین۔

۱۸- جمہوریت میں معاشرہ پر اس قدر برے اثرات پڑتے ہیں کہ پورا معاشرہ انسانوں کی بجائے

حیوانوں کا معاشرہ بن کر رہ جاتا ہے۔ سیاسی دھڑے بندی اور عداوت و منافرت تو وہ عام اثرات ہیں جو جمہوریت کی وجہ سے معاشرہ پر پڑتے ہیں۔ خود غرضی اور حُبِّ جاہ بھی جمہوریت کے ایسے جراثیم ہیں جو گھن کی طرح سماج کو کھا جاتے ہیں۔ جونہی الیکشن کا اعلان ہوا برساتی مینڈکوں کی طرح مختلف سیاسی پارٹیاں جنم لے لیتی ہیں۔ اور پورا سماج مختلف سیاسی دھڑوں میں بٹ جاتا ہے۔ دلوں میں عداوت و منافرت کے جراثیم تپ دق کے جراثیم سے بھی زیادہ خطرناک صورت میں پیدا ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ گھریلو زندگی بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ الیکشن کے بعد بھی دھڑے بندیاں اور عداوتیں پرورش پاتی رہتی ہیں۔

یہ تو باہر کی فضا کا حال ہے۔ اسمبلیوں کے فضا اور زیادہ مکدّر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسمبلیوں میں حزب اقتدار حزب اختلاف کی تنقید برداشت نہیں کرتا اور بسا اوقات اسمبلی میں مکوں اور کرسیوں سے جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے اکثر اپوزیشن ہی پٹتی ہے کیونکہ ایک تو وہ کمزور ہوتی ہے اور دوسرے تعداد میں کم کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ FSF اور دوسرے غنڈے منگوا کر اپوزیشن کو باہر پھنکوا دیا جاتا ہے۔ جس میں باہمی تناؤ میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف حزب اختلاف حزب اقتدار کی پالیسیوں پر غیر ضروری تنقید کرتی ہے جو اسمبلی اور اسمبلی سے باہر کی فضا کو عداوت اور منافرت سے گدلا کر دیتی ہے۔

۱۸۔ جمہوریت سے ملکی معیشت پر بھی بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ الیکشن کے اخراجات جو کئی سو ملین ہوتے ہیں، ملکی معیشت پر ایک بہت بڑا بار ہوتے ہیں۔ پھر اسمبلی کے نمائندگان کے اخراجات جو کئی کروڑ تک تجاوز کر جاتے ہیں۔ ملکی معیشت کو خاصا برباد کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں الیکشن سے چند ماہ قبل اور چند ماہ بعد تک ملک کا تمام کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ کاروباری طبقہ اس بات سے بالکل بے خبر ہوتا ہے کہ کون سی پارٹی برسر اقتدار آئے گی اور اس کی اقتصادی پالیسی کیا ہو گی۔ اگرچہ ہر جماعت اپنا منشور پیش کرتی ہے لیکن وہ منشور صرف کاغذات تک رہتا ہے۔ برسر اقتدار آنے کے بعد اس کی پالیسی منشور سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ الیکشن کے جلسے اور جلوسوں کی وجہ سے کاروباری اخراجات کو کئی کئی ماہ لمبی دوکانیں بند کرنا پڑتی ہیں۔ اس سے بھی ملکی معیشت کو اچھا خاصا نقصان ہوتا ہے۔

الیکشن کے بعد جو نمائندگان اسمبلی میں پہنچتے ہیں وہ اپنے ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے رشوت اور قومی خزانہ میں لوٹ مار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایک لاکھ خرچ کیا ہوتا ہے تو دس لاکھ کمانے یا بٹورنے کی ہوس رکھتے ہیں۔ پھر ان ممبران کا معاملہ صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اپنے ان کارکنوں کی خدمات کا معاوضہ بھی قومی خزانہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جنہوں نے الیکشن میں ان کے لیے کام کیا ہوتا ہے۔ ممبران کی یہ ساری لوٹ مار ملکی معیشت کو مفلوج کر کے رکھ دیتی ہے۔

یہ تو ان ممبران کی اسمبلی سے باہر کی لوٹ مار ہے۔ جب یہ حضرات اسمبلی میں پہنچتے ہیں تو ان کی تنخواہیں اور الاؤنس قومی خزانہ پر مزید بار ڈالتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے مزید ٹیکس لگائے جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملکی معیشت تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔

۱۹۔ جمہوریت میں ملک کو سیاسی استحکام بھی نصیب نہیں ہوتا کیونکہ اس زمانہ میں جب تک اقتصادی اور معاشی استحکام نہ ہو اس وقت تک سیاسی استحکام پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام میں آئے روز وزارتیں اور حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ برسراقتدار پارٹی اگر آج ایک قانون بناتی ہے اور اگلے الیکشن میں اس کی بجائے جب دوسری پارٹی اقتدار پر قابض ہوتی ہے تو وہ ان کے بنائے ہوئے قوانین منسوخ کر کے اپنی مرضی کے قوانین بناتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جو کہ سیاسی استحکام پر برے اثرات ڈالتا ہے۔

بعض سیاسی لیڈر سستی شہرت کے لئے علاقائی اور صوبائی تعصب کو ہوا دیتے ہیں۔ اور اپنی تقاریر میں لوگوں کے دلوں میں مرکز کے خلاف یہ کہہ کر نفرت کے جذبات پیدا کرتے ہیں کہ مرکز آپ کے صوبے کا حق غصب کر رہا ہے۔ اس طریقے سے اگرچہ ان لیڈروں کی دوکانیں چمک جاتی ہیں لیکن ملی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

جب ملک میں سیاسی استحکام نہ ہو تو بیرونی خطرات کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے جو کہ ملک کی سلامتی کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہے۔ دوسرے ممالک سیاسی طور پر غیر مستحکم ملک میں اپنا اثر و نفوذ حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر اس طریقہ سے حکومتوں کے تختے الٹے جاتے ہیں۔

ترقی پذیر ممالک اپنے وسائل کی کمی کے باوجود ترقی یافتہ ممالک کی سی تعیشانہ طرز زندگی اپنائے جا رہے ہیں۔ اور جب اپنے ملکی وسائل سے ان کا کام نہیں چلتا تو کاسہ گدائی لے کر ترقی یافتہ ممالک سے امداد (Aid) کی بھیک مانگتے ہیں۔ اب وہ ملک اس شرط پر امداد منظور کرتے ہیں کہ وہاں جمہوری پارلیمانی نظام کار فرما ہو تا کہ وہ اپنے پسندیدہ افراد آگے لا سکیں۔ گویا جمہوری نظام اور اقتصادی امداد ایسے پھندے ہیں جن کی وجہ سے ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کو اپنے پنجہ استبداد میں جکڑے رکھتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں ترقی پذیر ممالک میں جس وزیر اعظم کو امریکہ کی آشیر باد نہ ہو وہ دو ووٹوں کی اکثریت کے باوجود بھی وزیر اعظم نہیں رہ سکتا اور جو امریکہ کے چرنوں میں جا کر سجدہ ریز ہو جائے اور اس کی مرضی کے مطابق حکومت کرنے کا وعدہ کرے وہ ووٹوں کی کمی کے باوجود بھی وزیر اعظم بن جاتا ہے۔ پاکستان اور دوسرے ترقی پذیر ممالک میں اس کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ جمہوریت سے ملکی استحکام پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ ملکی استحکام کے لئے جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں وہ جمہوریت کی روح سے ناواقف ہیں۔

یہ وہ چند دلائل تھے جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جمہوریت جس کا آج ساری دنیا میں چرچا اور شہرہ ہے خلاف اسلام، خلاف عقل اور خلاف فطرت نظام حکومت ہے۔ یہ مغرب کے عیسائی یا دوسرے سیکولر اور غیر مسلم ممالک میں تو چل سکتا ہے جن کے ہاں نہ دین کا کوئی پاس ہے اور نہ شرم و حیاء کا کوئی لحاظ۔ لیکن مسلمان سیکولر اور خصوصی طور پر نظریاتی اسٹیٹ میں یہ نظام حکومت نہیں چل سکتا۔ مغربی ممالک میں اگر جمہوریت

کے ذریعہ ہم جنسی اور جنسی بے راہ روی کو بھی سند جواز دے دی جائے تو ان کے ہاں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مسلمان ملکوں میں ایسے گناہوں کو پنپنے نہیں دیا جا سکتا۔

بعض حضرات جمہوریت کے بارہ میں عوام کو ایک مغالطہ دیتے ہیں وہ یہ کہ جمہوریت عین اسلام ہے کیونکہ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں مشورہ کی تاکید آئی ہے۔ اسمبلیاں بھی چونکہ مجلس شوریٰ ہی کی حیثیت رکھتی ہیں لہذا جب اسلام میں مشورہ ہے تو گویا جمہوریت بھی ہے۔

یہ بات سراسر مغالطہ ہے جو سادہ لوح لوگوں کو جمہوریوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام میں مشورہ کی بہت تاکید ہے اور ہر خلیفہ راشد کی مجلسِ شوریٰ ہوتی تھی، لیکن اسلام میں مشورہ کے بارہ میں خلیفہ وقت کو پابند نہیں کیا گیا کہ وہ مجلس شوری کے مشورہ پر ضرور عمل کرے۔ یہاں تک کہ خود نبوت کے مشورہ پر بھی عمل کرنے کی امت کو پابند نہیں کیا گیا۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں سیدہ بریرہؓ کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ اپنے خاوند سیدنا مغیثؓ سے اپنے غلامی میں ہوتے ہوئے نکاح کو فسخ کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن ان کے شوہر سیدنا مغیثؓ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ انہیں سیدہ بریرہؓ کے فسخ نکاح کے فیصلہ سے بہت صدمہ ہوا۔ اسی صدمہ فراق میں وہ مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں روتے پھرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حالت زار پر رحم آیا اور آپ ﷺ نے بریرہؓ کو بلا کر فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر تم اپنے شوہر مغیثؓ سے رجوع کر لو۔ سیدہ بریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ آپ ﷺ کا حکم ہے یا مشورہ؟ آپ نے فرمایا حکم نہیں صرف مشورہ ہے۔ سیدہ بریرہؓ نے صاف عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مشورہ ہے تو میں اسے قبول نہیں کرتی، حکم ہے تو سر آنکھوں پر چنانچہ سیدہ بریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ نہ آپ اس سے ناراض ہوئے اور نہ ہی اللہ تعالی کی طرف سے اسے کوئی عقاب ہوا۔ اور بقول حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی:

"اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ جب امت اور رعایا اپنے نبی یا بادشاہ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے اسلام میں مجبور نہیں تو نبی یا خلیفہ رعایا کے مشورہ سے کیونکر مجبور ہو جائے گا کہ رعایا جو مشورہ دے اسی کے موافق عمل کرے اس کے خلاف کبھی نہ کرے۔ پس

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"

سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں۔ یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشورہ پر عمل بھی ضرور کر لیا کریں۔

مشورہ کی اس آیت پر جس میں رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے۔ مزید غور کریں تو مشورہ کی حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ، فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ

آپ معاملات میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیجئے اور پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے اس آیت میں

صحابہ کرامؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مشورہ کرنے کا حکم فرمایا گیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مشورہ کے بعد جب آپ کسی ایک جانب کا عزم فرمالیں تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس کام کو کر گذریں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اراکین شوریٰ کے مشورہ کے بعد کسی ایک جانب کو ترجیح دینا اور اس کا عزم کرنا یہ سربراہ مملکت کی رائے پر موقوف ہے۔ اگر مشورہ کا فیصلہ کثرت رائے پر موقوف ہوتا تو پھر عزم کے لئے بھی جمع کا صیغہ استعمال کر کے یوں فرمایا جاتا فاذا عزموا یعنی جب صحابہؓ کی اکثریت کسی جانب کا عزم کریں، لیکن آیت میں جمع کے بجائے مفرد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مشورہ کے بعد فیصلہ سربراہ مملکت کی رائے پر موقوف ہے۔ سربراہ مملکت اپنی دیانت اور فہم سے جس رائے کو زیادہ صائب سمجھے اس کو نافذ کردے۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آپ نے مشورہ کے بعد موجودہ طرز پر نہ تو ووٹ لئے اور نہ آراء کو شمار کر کے ان کی کثرت پر فیصلہ کیا۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد آپ کے خلفائے راشدین کا عمل بھی مشورہ کے بارہ میں نبوت کے عمل کے مطابق رہا۔ جس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

مشورہ کے بارہ میں بھی لوگوں میں بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مشورہ کا مطلب یہ ہے دوسرے پر اپنی رائے ٹھونسنا، حالانکہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ مشورہ کا مادہ (Roof) شور ہے جس کے معنی چھتہ میں سے شہد نکالنے کے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے مشورہ کے معنی ہیں دوسرے کے خیالات کا نچوڑ حاصل کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا۔ اور اگر خود شہد سے مفہوم لیا جائے تو جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی اپنی محنت کا ماحصل ایک جگہ جمع کردیتی ہیں اسی مشاورت میں مختلف افراد معاشرہ کی اپنی اپنی رائے، فکر، خیالات اور غور و خوض کے نتائج کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں تاکہ اس سے کسی فیصلہ تک پہنچا جائے۔ روئی دھننے والے کی کمان کی ثابت کو المشوار کہتے ہیں۔ لہذا مشورہ کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے۔ آراء کو دھننا اور انہیں کھول کر نتیجہ نکالنا۔

لغت کی کسی کتاب میں مشورہ کے یہ معنی نہیں کہ اپنی رائے کسی پر ٹھونسنا۔ پھر معلوم نہیں کہ جمہوری ذہن کے لوگوں نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ مشورہ کے معنی کثرت رائے کو قبول کرنا ہے۔ دراصل مشورہ کی حقیقت یہ ہے کہ زیر غور معاملہ کی تمام اطراف منافع اور مضار روشنی میں آجائیں اور پھر مشورہ لینے والا جس جانب کو اختیار کرے، علیٰ وجہ البصیرت اختیار کرے، کیونکہ کئی دفعہ کسی معاملہ کے فوائد اور منافع ایک شخص کے ذہن میں ہوتے ہیں لیکن اس کے نقصانات اس کے ذہن میں نہیں ہوتے۔ جب مختلف حضرات ان امور کے بارہ میں مختلف قسم کی آراء پیش کرتے ہیں جن میں ان امور کے فوائد اور نقصانات، منافع اور مضار دونوں بیان کئے جاتے ہیں اور اس معاملہ کا ہر پہلو واضح اور منقح ہوجاتا ہے تو اس سے مشورہ لینے والے کو ان امور کی ایک جانب کو ترجیح دینے کی قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ ہے مشورہ کی اصل غرض و غایت جس

کی جمہوری ذہنوں نے اسلام میں جمہوریت کے جواز کی دلیل بنا لیا۔ حالانکہ جمہوری حکومت کی اسمبلیوں میں صرف مشورہ نہیں دیتے بلکہ کثرت رائے سے جو فیصلہ کرتے ہیں سربراہ مملکت یا وزیراعظم اس فیصلہ کو ماننے پر مجبور ہے۔ ان اسمبلیوں کے مقابلہ میں ایک اسلامی حکومت میں سربراہ مملکت اگرچہ مجلس شوریٰ سے مشورہ لینے کا پابند ہے، لیکن ان کی اکثریت کی رائے کو ماننے یا نافذ کرنے کا پابند نہیں ہے۔ اس لحاظ سے جمہوریت حکومت کی پارلیمنٹ اور اسمبلی اور اسلامی حکومت کی مجلس شوریٰ میں بُعد المشرقین ہے، لہذا یہ کہنا کہ اسلام میں جمہوریت ہے نرا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ اسلام میں کثرت رائے کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ اسلام میں صرف قوت رائے کی اہمیت ہے، خواہ وہ ایک آدمی کی رائے ہو۔ کیونکہ اختلاف رائے کی صورت میں کسی رائے کو قابل قبول اور قابل عمل قرار دینے کے لئے صرف دو احتمال ہیں۔

۱۔ قوت دلیل۔ ۲۔ کثرت آراء

لیکن اس بارہ میں اگر عقل و دانش سے کام لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اصل قابل ترجیح قوت دلیل ہے۔ کثرت آراء کو صحت رائے اور درستگی فیصلہ میں بذات خود کوئی دخل نہیں۔ ہاں بعض اوقات کثرت آراء قوت دلیل کی علامت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے بعض لوگوں نے اس کو قوت دلیل کا قائم مقام سمجھ کر اس کے مطابق فیصلہ دینا شروع کر دیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ایسا جوہر بے بہا عطاء فرمایا ہے جو اس کو طیور و حوش، ملک و جن اور حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا۔ وہ جوہر بے بہا اور گوہر تابدار عقل ہے۔ عقل ہی سے انسان کو دوسری تمام مخلوق پر ایک گونہ افضلیت اور فوقیت حاصل ہے۔ لیکن یہ عقل تمام افراد انسانی میں ایک جیسی نہیں۔ بلکہ اس میں بہت فرق ہے۔ بعض انسان تو اس درجہ عقل مند ہیں کہ رگ گل سے بلبل کے پر باندھتے ہیں۔ اور بعض اس درجہ جوہر عقل سے عاری ہیں کہ وہ نام کے انسان ہیں۔ معنوی طور پر وہ حیوانیت اور غیر ذوی العقول میں داخل ہیں۔

یہ قضیہ بھی مسلمہ ہے کہ استنباط، استدلال، حقیقت شناسی، قیاس، معلومات سے مجہولات کا علم حاصل کرنا اور دلیل سے نتیجہ برآمد کرنا یہ سب اشیاء عقل پر موقوف ہیں۔ اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ تجربات عقل کو جلاء بخشتے ہیں، لہذا اس نتیجہ کو تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ کسی معاملہ کی حقیقت اور کنہ تک پہنچنا، دلائل اور نتائج کے سقیم اور صحیح میں امتیاز کرنا، ہر دعویٰ دلائل قویہ سے مدلل کرنا، یہ سب چیزیں وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل وافر عطاء فرمائی ہو اور اس کی عقل کی پختہ کاری تجربہ سے ہو چکی ہو۔

جب یہ تمام مسلمہ امور آپ کے ذہن میں آ گئے تو اب آپ ہی اپنی عقل کو حکم بنا کر اس بات کا فیصلہ دیجئے کہ اگر ایک طرف وہ شخص ہو جس کی عقل کامل اور تجربہ تام ہو اور دوسری طرف دنیا کے کل یا اکثر افراد جو عقل سے مکمل طور پر بے بہرہ یا عقل قلیل کے مالک ہو۔ ان دونوں میں کس کا فیصلہ قابل قبول

ہو گا؟ یقیناً اسی شخص کا جو عقل میں کامل اور تجربہ میں تمام ہو گا نہ کہ بے عقل اور ناتجربہ کار اکثریت کا۔ اسی چیز کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو

کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

یہ تو عقلی توجیہ تھی اس بارہ میں کہ بات قوت دلیل سے معتبر ہوتی ہے نہ کہ کثرت آراء سے۔ چنانچہ مشاہدہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ہر قوم اور ہر دور کی تاریخ پر نظر ڈالیئے تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں اسی شخص کی اتباع کی گئی ہے جو ان کے ہاں سب سے زیادہ زیرک، دانش مند اور عقل و تجربہ کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھا۔ کسی بے عقل، غیر دانش مند اور غیر تجربہ کار شخص کی آج تک کسی نے اطاعت اور اتباع نہیں کی۔ تاریخ عالم اس بات کی شہادت بھی دیتی ہے کہ بعض ایسے افراد بھی گزرے ہیں جو عقل و دانش اور تجربہ میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور ان کی نہ صرف ان کی زندگی میں اتباع کی گئی بلکہ ان کے مرنے کے بعد بھی آنے والی نسلوں نے ان کے طریقہ پر چلنا اور ان کے اصولوں پر کاربند رہنے کو اپنے لئے موجب فخر سمجھا۔ اس بات کی ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں مثالیں سینۂ تاریخ پر نقش ہیں۔ چنانچہ ارسطو، سقراط، بقراط، بوعلی سینا اور امام غزالی وغیرہ انھیں لوگوں میں سے ہیں جن کے قائم کردہ اصولوں کو آج تک قابل اتباع سمجھا جاتا ہے۔

ان لوگوں کے قائم کردہ اصولوں میں اگر کسی صاحب عقل و فراست نے کچھ ترامیم کرنا چاہیں یا ان کے اصولوں کے بجائے دوسرے اصول قائم کرنا چاہے تو جب تک وہ اپنی عقل اور اپنے علم سے کوئی دلیل قوی ان کے خلاف قائم نہ کرے گا اور اپنے مشاہدات و تجربات سے جن سے استخراج نتائج بھی عقل ہی کا کام ہے، سابق اصول و قواعد کے خلاف نہ دکھلا سکے گا کوئی شخص بھی اس کے قول کو تسلیم نہیں کرے گا۔ ان اصول و قواعد کو تسلیم کر کے سابق اصول و قواعد کو اگر کوئی چھوڑے گا تو صرف اسی بنا پر کہ اس مؤخر الذکر شخص کے عقل و تجربہ کو پہلے شخص کے عقل و تجربہ پر فوقیت حاصل ہے اور اس کی دلیل و حجت اس سے قوی اور اس کا مشاہدہ اور تجربہ اس سے زیادہ اور تام ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ بقول ارسطو اور دیگر عقلائے زمانہ

"دنیا میں ہمیشہ بے وقوف، احمقوں، جاہلوں اور ناتجربہ کاروں کی کثرت اور بہتات رہی ہے اور عقلاء، دانش ور اور عالم لوگ خال خال رہے ہیں۔ اس وجہ سے کثرت رائے کا فیصلہ اکثر حماقت، جہالت اور بیوقوفی کا فیصلہ ہوتا ہے"

اس بحث سے کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے کہ شریعت میں کثرت رائے کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ اسلام نے کثرت رائے کو بڑی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ امام نماز کے

انتخاب میں نمازیوں کی کثرت رائے کو ترجیح دی۔ سربراہ مملکت کے انتخاب کا دارومدار بھی کثرت رائے پر رکھا۔ اجماع کی حجت کی بنیاد بھی کثرت آراء پر استوار کی۔ احادیث میں بھی کثرت طرق کو وجہ ترجیح بنایا گیا۔ لیکن کثرت رائے کو اسلام نے نہ تو ہر جگہ حجت و دلیل کو تسلیم کیا ہے اور نہ ہی ہر موقع پر اس کو نظر انداز کیا ہے۔ جمہوریت اور اسلامی نظام میں یہ بھی ایک بہت بڑا فرق ہے۔

یہ درست ہے کہ اکثریت کی تائید بھی ایک قوت اور طاقت ہے، لیکن جمہوریت نے اکثریت کی پرستش شروع کردی اور اس کو حق و باطل کا معیار بنالیا۔ اسلام میں حق و باطل کا معیار دلیل ہے نہ کہ ہاتھ اٹھانے والوں کی کثرت، لیکن جہاں دلیل کی نہیں بلکہ قوت کی احتیاج ہو یا دلائل میں ایسا تعارض ہو کہ عقل انسانی کسی ایک پہلو کو ترجیح دینے سے قاصر ہوجائے یا کسی بات کی تائید مقصود ہو وہاں کثرت رائے ایک دلیل کا درجہ رکھتی ہے جو ایک پہلو کو ترجیح دے دیتی ہے۔

یہ تھے وہ چند ایک دلائل جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریت نہ صرف خلاف اسلام ہے بلکہ خلاف فطرت بھی ہے۔ آج اسی جمہوریت کو پاکستان میں نافذ کیا گیا ہے، اس پاکستان میں جس کو اسلامی نظام کے نافذ کرنے کے لئے گنایا گیا تھا اور لوگوں نے اپنے جان و مال کی قربانیاں دی تھیں۔ اگر جمہوریت کے لئے پاکستان بنایا تھا تو جمہوری نظام تو پہلے بھی تھوڑا بہت نافذ تھا۔ اسمبلی تو اس وقت تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ غیر اسلامی نظام حکومت نافذ کر کے اب اس کا بڑے زور شور سے چرچا بھی کیا جا رہا کہ پاکستان میں جمہوریت نافذ کردی گئی۔ ہر اسلامی اور غیر اسلامی پارٹی اس کا چرچا کر رہی ہے۔

علامہ اقبال جو پاکستان کے مفکر تھے اور مغرب کی جمہوریت کا انہوں نے بڑی گہری نگاہ سے مطالعہ کیا تھا، انہوں نے بھی اس جمہوریت کی سخت مخالفت کی تھی۔ چنانچہ علامہ فرماتے ہیں۔

متاعِ معنیٔ بیگانہ اَزدوں فطرتاں جوئی
زموراں شوخیٔ طبعِ سلیمانی نمی آید
گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

ایک اور کتاب میں علامہ فرماتے ہیں:

اس راز کو اک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ایک اور مقام پر علامہ فرماتے ہیں

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایاتِ حقوق
طب مغرب میں مزے، میٹھے اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

(جاری ہے)

مولانا ابوریحان سیالکوٹی
سبائی فتنہ
(حصہ اول)
قیمت 150 روپے

اہل سنت کے روپ میں رفض و سبائیت
پھیلانے والے طبقہ کے خیالات کا
علمی و تحقیقی محاسبہ
ایسی کتاب جس نے بعض نام نہاد
تقدس مآبوں کی حجلہ عروسی میں
زلزلہ بپا کر دیا

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

بقیہ از ص ١٩

ہوتا۔ اس لئے دین اور جہاد، روحانیت اور مادّیت دونوں سے مخلوط کر کے اس دین کو لایا گیا ہے۔ اس لئے ہر دینی حکم میں سیاست کی آمیزش ہے اور ہر سیاسی حکم میں دین کا کُون رچا ہوا ہے۔ اس لئے احادیث میں بنیادی طور پر اس مادّیت و روحانیت کو عدیل بنا کر پیش کیا گیا ہے تاکہ ایک جانب میں منہمک ہو کر دوسری جانب سے انقطاع یا نہ پیدا ہو۔

"شانِ رسالت"
افادات حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ
صفحات ٦٦، ٦٧، ٦٨۔

افادات
حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

اسلام، سیاست اور حکومت

اسلام نہ فقط دیانت ہی ہے، نہ فقط سیاست، نہ محض سیاست ہے، نہ محض تمدن ہے، نہ محض تدین۔ کیونکہ اس میں سے انفراداً ہر ایک چیز محلِ ضعف میں ہے۔ اگر سلطنت میں دین نہ ہو تو وہ جور و استبداد کا ملک ہو گا۔ اور اگر دین کے ساتھ سلطنت نہ ہو تو وہ کسمپرسی اور بے بسی کا دین ہو گا۔ جس میں رات دن رخنہ اندازیاں اور مداخلتیں ہوتی رہیں گی۔

یورپ میں سیاست کی کمی نہیں، مگر دین نہیں تو وہاں کا ہر ملک کٹ کھنا ملک ہے، جہاں انسان انسان کے حق میں بھیڑیا اور سانپ بچھو ہو کر رہ گیا ہے۔ اور مہلک سے مہلک آلات محض انسان کی تباہی اور بربادی کے لئے ڈھالتا رہتا ہے۔ جس سے یورپ کی سرزمین انسان کے حق میں جہنم بن گئی ہے۔ جہاں سکونِ قلب ہے، نہ طمانیت خاطر۔

ادھر ہندوستان میں دین داری کی کمی نہیں، مگر یہاں اس کی پشت پر سیاسی قوت اور مادی طاقت نہیں۔ اس لئے وہ بے کس ہے۔ جسکا جی چاہے اسمیں مداخلت کرے، اس کے عقائد بدل دے، اس کے اعمال کو مسخ کر دے، اس میں فتنے پیدا کر دے، چاہے نبوت بنا کر کھڑی کر دے، چاہے خدائی قائم کر لے، چاہے مجدد بن جائے اور چاہے دجال بن کر لوگوں کا دین تباہ کرے، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ دین ہے مگر غریب اور بے کس۔ اگر یورپ میں دین آجائے اور ہندوستان میں دین کی سیاسی قوت، تب ہی یہ فتنہ سامانیاں اور بدامنیاں رفع ہو سکتی ہیں۔ یورپ سے تو مادی بدامنی جاتی رہے اور ہندوستان سے روحانی بدامنی مٹ جائے۔ ورنہ یورپ اور ایشیا یونہی کھٹکتے رہیں گے۔

غرض دین کے لئے شوکت اور شوکت کے لئے دین لازمی ہے۔ اسی کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَلْمُلْکُ وَالدِّیْنُ تَوْاَمَانِ۔

سلطنت اور دین دو جڑواں بچے ہیں۔

کہ ایک کے جدا کر دئیے جانے سے دوسرا بھی بچ نہیں سکتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دین اجتماعی دین ہے۔ اگر انفرادی ہوتا تو سیاسی قوت کی حاجت نہ تھی۔ ہر شخص اپنی خلوت میں بیٹھ کر جو چاہے کرتا رہتا۔ نہ کسی کو اس سے خطرہ پیدا ہوتا، نہ کوئی اس سے کھٹکتا۔ لیکن اجتماعی امور میں ہر ذی اقتدار کے اقتدار پر زد پڑتی ہے۔ س لئے وہ سامنے آتا ہے اور ایسی صورت میں اگر اسلام میں سیاسی قوت جزوِ دین نہ بنائی جاتی تو یہ دین آگے بڑھ سکتا۔ جیسا کہ آج سلبِ قوت کی صورتوں میں اس کی اجتماعیات کو فتنوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ ہے اور ایسے ہی اگر اس سیاست کا جزو دیانت کو نہ بنایا جاتا تو یہ ملوکیت محضہ رہ جاتی اور کٹ کھنا ملک

(بقیہ صـ۱۸ـ پر)

مفتی ابو معاویہ منظور احمد تونسوی (ملتان)

دینی مسائل

سوالات

۱۔ کیا روزہ کی حالت میں خون کا عطیہ دینا جائز ہے؟

۲۔ کیا غیر قانونی طریقے سے کسی ملک میں داخل ہوتے ہوئے مارا جانے والا شخص شہید کہلائے گا؟ اور کیا اس کو غسل بھی دیا جائے گا؟۔

۳۔ بعض لوگ ہر وقت ہر مجلس میں اور بازاروں میں ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں اور دانے پھینکتے رہتے ہیں اس تسبیح کی دین میں کیا حیثیت ہے؟ اس کے دانے کس قدر متبرک ہیں کہ ان کی حفاظت کی جائے؟ اور کیا اس طرح عام مجالس میں تسبیح چلانا شریعت کا حکم ہے، مسنون ہے؟ (سید مظہر سعید انجم، لاہور)

جوابات

۱۔ روزہ کی حالت میں بذریعہ انجکشن خون نکلوانا مفسد روزہ نہیں ہے البتہ اگر ایسے ضعف کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی تو مکروہ ہے۔

اس بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ شخص مذکور اگر کسی مباحِ شرعی کے لئے داخل ہوا مثلاً حج و عمرہ کی ادائیگی کے لئے داخل ہوا یا فریضۂ جہاد کی ادائیگی کے لئے یا دعوتِ دین کے لئے یا روزی کمانے کے لئے! پھر مارا گیا تو شہید ہو گا۔ **غسل بھی دیا جائے گا** اور اگر کسی غیر شرعی غرض کے لئے داخل ہوا مثلاً تخریب کاری، جاسوسی، دہشت گردی، ڈاکہ زنی، خون خرابہ کرنے کے لئے پھر مارا گیا تو حرام موت ہو گی۔

۳۔ تسبیح فی نفسہ ایک محترم چیز ہے، خواہ کسی حالت میں ہو اور کیسے ہی شخص کے ہاتھ میں۔ اسکا احترام کرنا چاہیئے۔ تاہم اگر کوئی شخص ریاء کے طور پر بازاروں اور عام محفلوں میں تسبیح ہاتھ میں لیکر بغیر کچھ پڑھے ویسے ہی چلاتا رہتا ہے تو یہ عمل بے کار، فضول اور فریبِ نفس ہے اس سے پرہیز لازم ہے۔

سوالات

۱۔ میں ایک وکیل کے ہاں منشی ہوں وہ لوگوں سے جو فیس لیتا ہے اس میں سے دس فیصد مجھے دیتا ہے۔ وکیل صاحب کو فیس وصول نہ ہو تو مجھے بھی رقم نہیں ملتی۔ کیا یہ اُجرت میرے لئے جائز ہے۔

۲۔ کچہری میں آنے والے لوگوں سے دستاویزات کی نقول حاصل کرنے کے لئے متعلقہ افراد ذاتی طور پر فیس وصول کرتے ہیں، میں لوگوں سے ۱۰۰ روپیہ خرچہ طلب کرتا ہوں جبکہ نقول پر ۵۰ روپے خرچ آتا ہے، یہ ۵۰ روپے میرے لئے حلال ہیں؟

۳۔ بعض آئمہ مساجد نماز کے بعد دعا مانگتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا واسطہ کے الفاظ ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ یا

اولیاء کرام اور بزرگوں کو واسطہ اور وسیلہ بناتے ہیں، مسنون طریقہ دعا کیا ہے؟

۴۔ نماز کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تکبیر تحریمہ سے قبل پڑھنی چاہیئے یا بعد میں؟ کیا دوسری رکعت شروع کرنے سے قبل بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنی چاہیئے؟

(حافظ محمد ایوب، خالد حسین ساہیوال)

جوابات

۱۔ آپ کی اجرت جائز ہے۔

۲۔ آپ کے لئے یہ پچاس روپے حلال ہیں۔

۳۔ بہتر تو یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں ذکر کردہ دعاؤں کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں التجا اور درخواست کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے الفاظ میں یا کسی بزرگ کے الفاظ میں دعا مانگتا ہے اور ذات اقدس ﷺ یا کسی بزرگ ولی شہید کا واسطہ وسیلہ پیش کرتا ہے تب بھی جائز ہے۔

۴۔ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں پڑھنے کا حکم اور فاتحہ کے ساتھ جب دوسری کوئی سورۃ ملائے تو اس کے شروع میں بھی پڑھنا جائز ہے۔ تکبیر تحریمہ کے اول یا آخر میں نہیں ہے۔

درس نظامی کے فضلاء کے لئے گریجویشن کلاس

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی اٹاوہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ نے امسال شوال المکرم سے درس نظامی کے فضلاء کے لئے گریجویشن کلاس کے اجراء کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت میٹرک پاس فضلاء کو تین سال اور نان میٹرک فضلاء کو پانچ سال میں مکمل بی اے کرایا جائے گا اور اس کے ساتھ اصول دین، تقابل ادیان و نظریات، حکمت ولی اللٰہی اور اسلامی نظام حیات کے ضروری مضامین پر مشتمل خصوصی کورس پڑھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں

ابو عمار زاہد الراشدی، ایڈمنسٹریٹر، شاہ ولی اللہ یونیورسٹی۔ اٹاوہ، گوجرانوالہ

فون ۳۲۲۴۳، ۲۶۳۴۲۳، ۲۱۹۶۶۳، (۰۴۳۱)

ماضی کے جھروکے سے — تحریر: محمد یعقوب اختر

قسط سوم — ترتیب: شیخ عبدالمجید احرار امرتسری

احرار اور تحریکِ تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء

مرکزی قائدین کی گرفتاری

۲۶ فروری ۵۳ء کو مرکزی مجلس عمل کے قائدین نے آرام باغ کراچی جلسہ عام میں اعلان کر دیا کہ مطالبات منظور نہ ہونے کی صورت میں یکم مارچ ۵۳ء سے راست اقدام کیا جائے گا۔ جس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ پانچ آدمی مطالبات کے بلے کارڈ لیکر پر امن طریق سے وزیر اعظم ہاؤس جا کر تا منظوری مطالبات ہر روز اپنے آپکو گرفتاری کے لئے پیش کریں گے! لیکن حکومت جلسہ ہی سے لرزہ براندام ہو گئی ۲ بجے رات کو جب جلسہ عام ختم کر کے قائدینِ تحریک دفتر مجلس احرار اسلام بندر روڈ جا کر لیٹے ہی تھے کہ پولیس کی بہت بڑی جمیعت نے اے۔ ٹی نقوی، کمشنر کراچی کی سر کردگی میں دفتر کو مسلح دستوں کے ذریعہ گھیر لیا اور تمام قائدین جن میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات قادری (صدر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت) صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (سجادہ نشین آلو مہار) ماسٹر تاج الدین انصاری (صدر مجلس احرار) سید مظفر علی شمسی، مولانا لعل حسین اختر، عبدالرحیم جوہر جہلمی، غازی اللہ نواز ایڈیٹر اخبار "حکومت" کراچی ان سب کو دفتر پر شب خون مار کر گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی کو جو کہ جلسہ سے فارغ ہو کر گھر چلے گئے تھے گھر سے گرفتار کیا گیا۔ نیاز احمد لدھیانوی احرار کارکن کو جلسہ گاہ سے جو سامان کی حفاظت کے لئے جلسہ گاہ میں رک گئے تھے گرفتار کر لیا گیا۔

نتیجتہً کراچی میں دوسرے دن جلسوں اور مظاہروں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا لیکن قائدین کی گرفتاری کے باعث یہ غیر منظم تحریک ہزار ہا گرفتاریاں دیکر اور حکومت کے ظلم و جور کا حتی المقدور مقابلہ کرتے ہوئے زیادہ دن جاری نہ رہ سکی! حالانکہ ان دنوں پنجاب میں تحریک شباب پر تھی اور لوگ جوش و خروش سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کئے ہوئے تھے!

۲۷ فروری کو مجلس احرار اسلام کی میٹنگ:

قائدین مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی گرفتاریوں کی خبر ۲۷ فروری کے اخبارات کے ذریعہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور پبلک میں اضطراری اور ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی لوگوں کے ٹھٹھ بازاروں میں نعرہ زنی کرنے لگے اور دفتر مجلس احرار اسلام لائل پور (فیصل آباد) کے سامنے اکٹھے ہو گئے تو انہیں سمجھایا گیا کہ آج رات پروگرام کا اعلان کر دیا جائے گا۔

لوگ حق بجانب تھے کہ مجلس احرار اسلام سے پروگرام مانگیں۔ کیونکہ پوری مجلس عمل میں مجلس احرار اسلام ہی منظم اور داعی جماعت تھی! چنانچہ ۲۷، ۲۸ فروری کی درمیانی شب ایک اجلاس مولانا عبید اللہ احرار کی دعوت پر انہی کے مکان پر خواجہ جمال الدین بٹ (صدر مجلس احرار لائل پور) کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں چیدہ چیدہ کارکن شریک ہوئے۔ جن میں مولانا عبید اللہ احرار کے علاوہ مولانا تاج محمود، میاں محمد عالم بٹالوی، خواجہ غلام حسین لدھیانوی، سالار شہر امان اللہ، محمد عالم منہاس لدھیانوی، شیخ خیر محمد، شیخ عبدالمجید امرتسری اور راقم الحروف (محمد یعقوب اختر) کے علاوہ بھی بہت سے کارکن شریک تھے۔

اجلاس میں مولانا عبید اللہ احرار، مولانا تاج محمود، خواجہ غلام حسین، شیخ عبدالمجید، اور راقم الحروف نے خطاب کیا اور تجدید عہد کرتے ہوئے کہا کہ ناموس مصطفےٰ ﷺ کے لئے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ اجلاس ۳/۴ گھنٹے جاری رہا اور طے پایا کہ تمام کارکن خود اور دوسرے ساتھیوں کو ہر وقت گرفتاری کے لئے تیار رکھیں۔ اجلاس سے فارغ ہو کر چنیوٹ بازار عالم کافی ہاؤس آئے، چائے پی کر گھنٹہ گھر پہنچے تو بارہ بج چکے تھے ابھی گھروں کو روانہ ہونے ہی والے تھے کہ لاہور سے محمد حسین سیٹھی سالار لاہور مجلس عمل کی ہدایات لیکر آگئے اور مولانا عبید اللہ احرار کو مجلس عمل کا زبانی پیغام دیا کہ کل صبح احتجاجی جلسہ عام کر کے عوام الناس کو صورتحال کی نزاکت اور حکومت کی یک طرفہ پولیس کارروائی سے آگاہ کیا جائے۔ بقیہ تفصیلی ہدایات کل آپکو مل جائیں گی۔ اس کے ساتھ ہی تمام کارکن اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

مولانا عبید اللہ احرار اور مرزا جانباز کی گرفتاری:

میں ابھی سویا ہی تھا کہ میرے دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں سمجھا شاید پولیس آگئی؟ ہڑبڑا کر اٹھا۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو مولانا تاج محمود گھبرائی ہوئی آواز میں مجھے پکار رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا خدا خیر کرے یہ منہ اندھیرے کیسے آگئے جبکہ ابھی رات ایک بجے ہم جدا ہوئے تھے۔ میں نے اوپر ہی سے پوچھا مولانا خیریت تو ہے؟ ابھی دروازہ کھولتا ہوں۔ لیکن مولانا نے اسی پریشانی کے عالم میں کہا تم فوراً نیچے آؤ چلنا ہے۔ میں نے کہا کپڑے تو تبدیل کر لوں تو مولانا نے کہا اتنی مہلت نہیں ہے فوراً آجاؤ۔ میں نے پینٹ پہن رکھی تھی بوشرٹ ہاتھ میں لئے گھر والوں کو بتائے بغیر نیچے آگیا۔ مولانا سے آنے کی وجہ پوچھنا چاہی لیکن انہوں نے مجھے سائیکل پر بٹھایا اور خواجہ جمال الدین بٹ صاحب کے مکان محلہ ڈگلسپورہ لے گئے اور وہیں میاں محمد عالم بٹالوی اور محمد عالم منہاس کو بھی بلالیا گیا۔ تب مولانا تاج محمود نے بتایا کہ رات کو مولانا عبید اللہ احرار اور مرزا غلام نبی جانباز کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہیں ہم نے فوری طور پر جلسہ عام اور ہڑتال کا پروگرام بنالیا اور طے پایا کہ نماز فجر کے بعد جامع مسجد کچہری بازار جا کر میں اہل لائل پور کو صورت حال سے آگاہ کر کے جلسہ عام اور ہڑتال کی اپیل کروں اور جلدی واپس آجاؤں محمد عالم بٹالوی اور میں جامع مسجد کچہری بازار آگئے۔ نماز کے بعد مفتی سیاح الدین کاکاخیل درس قرآن دینے لگے تو میں نے قریب جا کر گذشتہ روز کی صورت حال بتا کر

اعلان کرنے کے لیے کہا۔ مفتی صاحب نے مائک مجھے دیدیا۔ میں نے ہڑتال اور جلسہ عام کا اعلان کرتے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ کراچی میں مجلسِ عمل کے مرکزی قائدین کی گرفتاری کے بعد گذشتہ شب مولانا عبیداللہ احرار اور مرزا غلام نبی جانباز کو بھی گرفتار کرلیا گیا ہے۔ حکومت کے اس اقدام کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے اپنا اپنا کاروبار بند رکھیں۔ آج شہر میں ہڑتال ہوگی اور اپنے مطالبات کے حق میں اور گرفتاریوں کے خلاف اپنے احتجاج کے اظہار کے لئے عید باغ کے میدان میں جلسہ عام ہوگا۔ لائل پور میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ کی یہ پہلی ہڑتال تھی جو بغیر کسی پیشگی نوٹس کے ہوئی اور انتہائی کامیاب رہی جس کا اعزاز اللہ تعالے نے راقم الحروف کو بخشا۔

۲۸ فروری ۵۳ء کو صبح دس بجے جلسہ عام میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی جس میں مولانا تاج محمود، صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ، مولانا محمد یعقوب نورانی اور دیگر کئی کارکنان احرار نے ولولہ انگیز تقاریر کیں اور ہر قسم کی قربانی کے لئے سربکف رہنے کے عزم کا اظہار کیا۔ عوام کو گرفتاری کے لئے نام لکھوانے کی اپیل کی۔ اسی میدان میں مجلس احرار کی طرف سے تحریک چلانے کے لئے کیمپ بھی لگایا گیا۔ کافی تعداد میں لوگوں نے نام لکھوائے۔ کیمپ میں میرے معاون محمد عالم منہاس اور شیخ عبدالمجید تھے۔ اگلے دن مفتی محمد یونس صاحب (خطیب جامع مسجد کچہری بازار) کی قیادت میں جامع مسجد سے کراچی میں گرفتاری دینے کے لئے قافلہ کی روانگی کا اعلان کرکے کیمپ عید باغ سے جامع مسجد کچہری بازار منتقل کردیا گیا۔ مفتی محمد یونس صاحب مقامی مجلسِ عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر بھی تھے۔

گرفتاریوں کا آغاز:

اگلے دن یکم مارچ ۵۳ء کو حسب پروگرام جامع مسجد کچہری بازار سے مفتی شہر مولانا محمد یونس کی قیادت میں میاں محمد عالم بٹالوی، راجہ محمد افضل (نائب سالار شہر مجلس احرار اسلام لائل پور) بابا غلام رسول تمیمی وغیرہ پر مشتمل پہلا جتھہ براستہ لاہور کراچی جانے کے لئے ہزارہا فدایانِ ختم نبوت کے پرجوش نعروں کی گونج میں ریلوے اسٹیشن سے روانہ ہوگیا۔ جتھہ کی روانگی کے لئے طریق کار یہ تھا کہ روانگی سے پہلے جامع مسجد میں تقاریر ہوتیں اور اراکین جتھہ کو ہار پہنا کر ریلوے اسٹیشن تک جلوس کی صورت میں الوداع کیا جاتا۔ دوسرے دن صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ کی قیادت میں پہلے دن سے بھی بڑے جلوس کے ساتھ جتھہ روانہ ہوا۔ ٹرین پر سوار ہونے سے قبل صاحبزادہ صاحب نے ریلوے اسٹیشن کے سامنے والی گراؤنڈ میں پرجوش تقریر کی جس سے لوگ بپھر گئے اور انتہائی غیظ و غضب کے ساتھ نعرے لگانے لگے۔ مرزائی نواز حکومت مردہ باد، مرزائی وزیر خارجہ کو برطرف کرو، مرزائیوں کو اقلیت قرار دو، تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ قافلہ کو الوداع کیا۔ لیکن پولیس نے گٹی اور سالار والہ اسٹیشن کے درمیان ایک جگہ صاحبزادہ کو اتار لیا اور جیل لے جاکر پابند سلاسل کردیا۔ باقی رضاکاروں کو پانچ پانچ دس دس میل کے فاصلہ پر

لے جا کر چھوڑ دیا۔
(نوٹ: اس گرفتاری کی مکمل روداد میرے کسی دوسرے مضمون میں آئے گی۔ ان شاء اللہ، عبدالمجید امرتسری)

تحریک روز بروز تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ مضافات سے بھی جتھے آنا شروع ہو گئے۔ گرفتار ہونے والوں کی تعداد حد سے متجاوز ہو جانے نیز مقامی طور پر گرفتاریاں شروع ہونے کے باعث دن میں دو بار جلوس کا پروگرام بنانا پڑا۔ مسجد کی دونوں منزلیں رضاکاروں سے بھر گئیں۔ دن میں دو بار گرفتار ہونے سے بھی لوگوں کا جوش خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ اب ایک وقت مولانا تاج محمود اور ایک دوسرے وقت مولانا محمد یعقوب نورانی پر جوش تقاریر سے لوگوں کو گرماتے اور حکومت کو بے باکانہ للکارتے تھے۔ جب مولانا محمد یعقوب نورانی گرفتار ہو گئے تو ایک جلوس کے وقت مولانا تاج محمود اور دوسرے وقت راقم الحروف تقاریر کرتے تھے۔ سمندری، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، چک جھمرہ، سانگلہ ہل، چنیوٹ اور دیگر قریبی قصبات سے شمع رسالت ﷺ کے پروانے ذوق و شوق سے کفن بردار چلے آ رہے تھے اور گرفتاری کے انتظار میں مسجد میں مقیم ہو رہے تھے اہلِ لائل پور نے میزبانی کے فرائض سنبھال رکھے تھے۔ اور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے!

۴ مارچ ۵۳ء کو مولانا عبدالرحمن صاحب (مہتمم اشرف المدارس) جنکا ان دنوں شہر میں طوطی بولتا تھا کی قیادت میں ایک بہت بڑا جلوس ڈپٹی کمشنر ابن حسن کی کوٹھی کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ وہاں جا کر گرفتاریاں پیش کی جائیں۔

مولانا سردار احمد کا تحریک میں شمولیت سے انکار:

لائل پور کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام تحریک تحفظ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے ماسوائے مولانا سردار احمد صاحب کے جو بریلوی مکتبہ فکر سے متعلق تھے، تحریک سے بوجوہ لاتعلق رہے۔ مجلس عمل تحریک تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنماؤں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مولانا سردار احمد صاحب تحریک میں شامل ہوں لیکن وہ انکاری ہی رہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تحریک شروع ہونے سے تقریباً دو ماہ پیشتر سر ظفر اللہ خاں قادیانی سے مولانا کی ایک ملاقات لائل پور ریلوے اسٹیشن پر مرزائی مبلغ (متعینہ لائل پور) اسماعیل کی وساطت سے ہوئی جو نہ صرف مولانا سردار احمد صاحب کے سابقہ گاؤں دیال گڑھ ضلع گورداسپور (انڈیا) کا رہنے والا تھا بلکہ مولانا کی برادری (جٹ) ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ ممکن ہے کوئی رشتہ دار بھی ہو۔ اور یہ بات پوشیدہ بھی نہ تھی۔ کیونکہ لائل پور کے ایک سنیئر صحافی جی ایم شیدا نے پورے ۲۰X۳۰ سائز کا اشتہار شائع کیا تھا جس میں سر ظفر اللہ قادیانی وزیر خارجہ سے مولانا کی ملاقات کا احوال مفصل درج تھا۔ شیدا صاحب نے مولانا سے وضاحت طلب کی تھی کہ مرزائی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں سے آپنے

کیوں اور کن معنوں میں ملاقات کی ہے؟ لیکن مولانا سردار احمد صاحب نے باوجود چپ سادھے رکھی اور تردید نہیں کی۔ ابھی اس دور کے بہت سے لوگ بقید حیات ہیں جو میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں! حتیٰ کہ یوم مطالبات کے موقعہ پر جو جمعہ کے روز تھا سارے ملک میں تمام مساجد کے خطباء حضرات کے نام مطالبات کی کاپیاں برائے تائید عامۃ الناس اور دستخطوں کے لئے دستی روانہ کی گئیں تھی اور پورے ملک سے تائیدی دستخطوں سے مزین واپس آئیں لیکن مولانا سردار احمد صاحب نے نہ صرف دستخط کرنے سے انکار کر دیا بلکہ مخالف لب ولہجہ اختیار کیا۔ راقم الحروف اور شیخ عبدالمجید احرار کو خصوصی طور پر مولانا کی مسجد میں مطالبات کی فہرست دیکر بھیجا گیا ہم مولانا کی مسجد میں خطبہ شروع ہونے سے تھوڑی دیر قبل پہنچ گئے اور اگلی صف میں منبر کے قریب بیٹھ گئے! مولانا تشریف لائے تو ہم نے بڑے ادب کے ساتھ مطالبات والا پرچہ پیش کیا اور مختصر الفاظ میں غرض وغائت بیان کر دی! مولانا نے سرسری نظر سے پڑھا اور فرمایا۔۔۔ ختم نبوت پر ہمارا ایمان ہے، حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، یہ قرآن کا فیصلہ ہے جو کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر اور دجال ہے۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے یہ بھی ہم مانتے ہیں۔ رہا یہ کہ ظفر اللہ خاں کو برطرف کیا جائے۔ یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے اور سیاست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ یہ حکومت جانے اور اسکا کام۔ باقی مرزائی، وہابی، دیوبندی، احراری، ہماری نظر میں سب ایک ہیں۔ یہ کہہ کر مولانا نے پرچہ پھینک دیا جو ہم نے اٹھا لیا اور باہر آگئے۔ سپیکر چونکہ کھلا ہوا تھا اور مولانا کی آواز نہ صرف مسجد کے اندر بلکہ بازار تک سنی گئی۔ ہمارے ساتھ اور بھی بہت سارے نمازی باہر آگئے ہم نے مجلس عمل کے رات کے اجلاس میں رپورٹ پیش کر دی۔ شہر کی دیگر مساجد سے بھی دستخط شدہ رپورٹیں مل گئی تھیں۔

ہماری روداد سنکر مولانا عبیداللہ احرار، مفتی محمد یونس صاحب اور دیگر ممبران مجلس عمل نے افسوس کا اظہار کیا۔ تاہم چوھدری مختار انور بار ایٹ لاء اور شیخ بشیر احمد صاحب آف چیف بوٹ ہاؤس صدر مسلم لیگ لائل پور جو مولانا سردار احمد صاحب کے بڑے معتقد تھے نیز مولانا محمد یعقوب نورانی صاحب، میاں محمد عالم بٹالوی اور مولانا عبیداللہ احرار پانچ حضرات پر مشتمل وفد ترتیب دیا گیا۔ جو کہ وہ مولانا سردار احمد کو مل کر قائل کرے۔ نیز تحریک میں شمولیت پر آمادہ کرے۔ چودھری مختار انور صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب نے اپنے تعلقات کی بنا پر مولانا سے ملاقات کے لئے وقت لینے کی ذمہ داری قبول کی۔ چنانچہ دونوں حضرات نے مولانا سے ملاقات کا وقت مقرر کر کے دیگر ساتھیوں کو آگاہ کیا۔ وقت مقررہ پر ملاقات ہوئی لیکن مولانا سردار احمد نے کوئی بات نہ مانی۔ آخر میں مولانا عبیداللہ احرار نے کہا مولانا اگر آپ مجلس عمل کی رہنمائی میں کام کرنا نہیں چاہتے تو آئیے مجلس عمل آپکی رہنمائی قبول کرتی ہے۔ ہم آپکے پیچھے چلنے کو تیار ہیں۔ ہمیں مقصد عزیز ہے۔ اس پر بھی مولانا سردار احمد نے نہایت ترش روئی سے فرمایا: نہ میں وہابیوں، دیوبندیوں،

(بقیہ صفحہ ۴۷ پر)

قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت
حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو
علماء کا خراجِ تحسین

مولانا عبد الرشید ربانی (سیکرٹری جنرل جمیعت علماء برطانیہ):

حضرت ابوذر بخاری کے علمی تبحر اور تقویٰ کے سب معترف ہیں۔ ان کی زندگی دعوت و تبلیغ کی روشن مثال ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی:

اُن جیسے وسیع المطالعہ محقق اور بذلہ سنج خطیب کا پایا جانا اب بظاہر ناممکن ہے۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی:

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ صحابہ کرام کی سیرت و سوانح کے حافظ تھے۔ علم و تحقیق اور خطابت و سیادت میں وہ منفرد آدمی تھے۔

مولانا محمد اسلم شیخوپوری:

ان کا اعزاز و اکرام محض ایک بڑے باپ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان کے ذاتی کمالات، انسانی اخلاق، وسیع مطالعہ اور اسلامی صفات بھی ایسے تھے کہ ان کے دشمن بھی ان کے احترام پر اپنے آپ کو مجبور پاتے تھے۔ دفاعِ صحابہ کے سلسلے میں ان کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔ اس مسئلہ میں وہ کسی قسم کی رواداری اور مفاہمت کے قائل نہ تھے۔ وہ یقیناً فنافی الصحابہ تھے۔

مولانا عبد العزیز: (شجاع آباد)

وہ علم و فن کے پیکر اور اپنے فیوض سے دوسروں کو بہرہ مند کرنے والے تھے۔ اے کاش! کبھی ہم عصروں نے ان سے استفادہ کیا ہوتا۔

جناب عزیز الرحمٰن لدھیانوی (شیخوپورہ):

سید ابوذر بخاری، اپنے والد امیر شریعت کے بقول ان کی تصویر تھے۔ وہ اپنے نظریات پر پوری استقامت اور ایمانی غیرت کے ساتھ آخر دم تک قائم رہے۔

قاضی محمد طاہر علی الہاشمی:

اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی حفاظت کا وہ عظیم کام لیا، جس کی توفیق اس کے خاص بندوں ہی کو ملتی ہے۔ وہ الحب للّٰہ، البغض للّٰہ اور اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔

پروفیسر محمد اسلم رانا (لاہور):

ان کا ذکرِ الٰہی کی حالت میں اللہ پاک کے ہاں حاضر ہو جانا باعثِ تقویتِ ایمان ہے۔

سید انیس شاہ جیلانی:

ابوذر بخاری بھی جاتے رہے۔ ہم بھی ان سے جاملیں گے۔

سید عطاء المہیمن بخاری:

انہوں نے عمر بھر استحصالی افکار و نظریات کا توڑ پیدا کیا اور اسلامی اصول و عقائد کی ترویج کے لئے خالص دینی جدوجہد کی۔ انہوں نے احرار کارکنوں اور اپنے سامعین کو ایک ہی پیغام دیا کہ انسانی نظاموں کے خاتمہ اور الٰہی نظام کی بقاء و نفاذ کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دو۔

عبداللطیف خالد چیمہ:

حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نے دینی جدوجہد میں مزاحمت کا راستہ اختیار کیا اور مفاہمت کی مذمت کی۔

مولانا محمد اسحٰق سلیمی:

شاہ جی، ہمارے فکری مرشد، قائد اور سپہ سالار تھے۔ انہوں نے ہماری تربیت میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کیں اور عقیدہ و ایمان کے معاملہ میں احرار کارکنوں کو لافانی کر دیا۔

چودھری ثناء اللہ بھٹہ (لاہور):

اللہ تعالیٰ نے ان کے وجود سے ہزاروں انسانوں کو ہدایت دی۔

حفیظ رضا پسروری:

ان کی ہمت و جرأت، ان کے علم و فضل سے کسی طرح کم نہ تھی۔ ان کی شخصیت ہمہ جہت اعلیٰ و ارفع تھی۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور عظمتِ صحابہ کے دفاع کی خاطر انہوں نے جو کارنامے سرانجام دیئے ان سے اصحابِ رسول ﷺ کی روحیں یقیناً خوش ہوں گی۔

مولانا محمد مغیرہ:

انہوں نے قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں جو اصول و عقائد اختیار کئے وہ تادمِ واپسیں پوری استقامت کے ساتھ ان پر کاربند رہے۔

ابوسفیان تائب:

ان کی شخصیت علم و عمل کا حسین امتزاج تھی۔ وہ ازواج و اولاد اور اصحابِ رسول ﷺ کی عزت و عظمت کے حقیقی پاسبان تھے۔

حافظ ارشاد احمد دیو بندی:

وہ علم و عمل میں اپنے اسلاف کے وارث تھے۔ خطابت ورثہ میں ملی، جسے انہوں نے سیرتِ رسول ﷺ اور سیرت ازواج و اصحاب رسول کے ابلاغ کے لئے وقف کر دیا۔

جناب نذیر حق (لاہور):

امیر شریعت کی ایک نشانی دنیا سے رخصت ہو گئی اور یہ دنیا اللہ کے ایک سچے بندے سے خالی ہو گئی۔

عبد الستار سالک (نائب امیر جمیعت المجاہدین عالمی جموں و کشمیر):

اللہ کریم نے جس طرح ان سے دین کی خدمت کا کام لیا وہ ان کی سعادت تھی۔ آج وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن ان کی دینی خدمات تاریخ کا حصہ رہیں گی۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں ان کا کردار اور ناقابل فراموش قربانیاں آئندہ نسل کے لئے مشعل راہ ہیں۔ زمانہ کوشش کرے گا لیکن ان کا ثانی نہیں لا سکے گا۔

نذیر احمد غازی: (سابق اسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب)

مولانا ابوذر بخاری نے منکرینِ ختم نبوت کو کیفر کردار تک پہنچانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

جناب احمد دین (راولپنڈی):

ان کا قرآن پڑھنا، ان کے دروس اور ان کی مجالس یاد آ رہی ہیں۔ باکمال شخصیتیں ایک ایک کر کے اٹھ رہی ہیں اور اندھیرا بڑھ رہا ہے۔

ملک وزیر غازی ایڈووکیٹ:

سید ابوذر بخاری اپنے والد حضرت امیر شریعت کے حریتِ فکر اور استقامت کردار کے سچے وارث تھے۔

ولی محمد واجد:

اس عہد میں وہ فلسفۂ عمرانیات کے امام، تاریخ پر زبردست عبور رکھنے والے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے بے شمار فکری اور تاریخی مغالطوں کی نشاندہی کی، علماء کو متوجہ کیا اور آل و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کے خلاف سبائی سازشوں کو طشت ازبام کیا۔

سید عطاء المحسن بخاری:

انہوں نے ساری زندگی مجاہدانہ شان اور فقیرانہ آن کے ساتھ بسر کی۔ وہ علم و تقویٰ اور جرأت و قربانی کا پیکر تھے۔ پاکستان میں لادین جمہوری سیاست کے خلاف سب سے پہلی، سب سے مؤثر اور سب سے منظم فکری تحریک انہوں نے ہی پیدا کی۔ شہرت، اقتدار اور آسائش کو ٹھکراتے ہوئے ہمیشہ دینی غیرت اور علمی دیانت کی تابناک مثالیں قائم کیں۔ وہ بانیٔ تحریک مدحِ معاویہؓ اور محافظ ناموسِ صحابہؓ تھے۔ (بقیہ صـ۳۲ پر)

مولانا محمد مغیرہ
خطیب جامع مسجد احرار ربوہ

انسان کا دشمن.........شیطان

سیدنا آدم علیہ السلام کے جسدِ اطہر میں جب روح پھونک دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تمام فرشتوں نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے سجدہ کیا مگر ان میں موجود شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ اس حکم عدولی کے سبب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنی آغوشِ رحمت سے نہ صرف دور کر دیا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت سے محروم کر کے جہنم کا ابدی سزاوار کر دیا۔ اس پر شیطان نے بجائے معافی کی درخواست کرنے کے غرور میں آکر اللہ تعالیٰ سے مہلت طلب کی کہ میری زندگی قیامت تک دراز کر دے، جسے اللہ تعالیٰ نے قبول کیا۔ شیطان نے ایک دفعہ پھر شیطنت کا مظاہرہ کیا اور کہنے لگا (اے اللہ) تیری عزت کی قسم! جس کے سبب (یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) تو نے مجھے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے میں اپنی کوشش کر کے اولادِ آدم کو تیرے راستہ سے ہٹا کر گمراہ کروں گا اور اسکو گمراہ کرنے میں کسی قسم کی کاہلی و غفلت نہیں کروں گا بلکہ اسکے آگے پیچھے، دائیں بائیں، چار جہت سے گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ زمین میں جھوٹی خوشنمایاں دکھاؤں گا جس کے سبب وہ ابدی خوشنمائی کو بھول کر مختصر اور بے حقیقت خوشنمائی میں پھنس کر میرے ساتھی بن جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تو جس طرح چاہے صدائیں لگا کر بہکا سکتا ہے۔ اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر، انکے مال اور اولاد میں شریک ہو جا اور ان سے (طرح طرح کے) وعدے کر لے۔ مگر جو میرے بندے ہیں وہ تیرے قابو میں نہیں آئیں گے اور تیرے بعد تیرے ساتھیوں سے جہنم کو بھروں گا۔

حقیقت یہی ہے کہ اس دن سے لیکر آج تک شیطان اپنے کام (انسانوں کو گمراہ کرنے) میں لگا ہوا ہے اور اس نے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ہزاروں راستے بنا رکھے ہیں اور ہر راستہ پر وہ تاک لگائے اپنے کام میں مصروف ہے۔ انسان ہے کہ وہ اس بات کا خیال نہیں رکھتا کہ جس راستہ پر جا رہا ہے اس پر کیا کیا نقصانات ہیں اور زندگی کا سفر طے کرتا چلا جا رہا ہے۔ جب سفرِ زندگی اختتام کو پہنچتا ہے تو اس کو خیال ہوتا ہے کہ: اوہ! میں نے زندگی کے سارے سفر میں سوائے گھاٹے والے سودہ کے اپنے لئے کوئی اچھائی کا سودہ نہ کیا۔ اس کا ذمہ دار خود انسان ہے، جس نے اپنی زندگی کے لمحات کی قدر نہ کی اور اتنی قیمتی زندگی کو چند وقتی خوشیوں (جو سراب سے کم نہیں) میں برباد کر کے ہمیشہ کی خوشیوں سے اپنے آپکو محروم کر دیا۔

جس ذات نے انسان تخلیق کیا ہے وہ ازل سے اپنے انبیاء و رسولوں کے ذریعے انسان کو مطلع کرتا چلا آرہا ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور اسکی چالوں سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان اپنے اندر

دوست و دشمن کی پہچان پیدا کرے۔ واضح رہے کہ انسان کا سب سے بڑا دوست وہی ہے جس نے اسکو اپنی رحمت سے تخلیق کیا اور تخلیق سے پہلے ہی اسکی تمام ضرورتیں پوری کرنے کی غرض سے زمین و آسمان بنائے اور اخروی بھلائی کیلئے اپنے نائبین بھیج کر اسکی ہمیشہ رہنمائی کی مگر عجیب اتفاق ہے کہ انسان نے کبھی اس بات کا خیال ہی نہیں کیا کہ میرا دوست کون ہے اور دشمن کون؟ دوست کیا چاہتا ہے اور دشمن کیا چاہتا ہے؟

اللہ! جو ہم سب کا سب سے بڑا دوست ہے وہ چاہتا ہے کہ انسان کامیاب ہو جبکہ ہمارا سب سے بڑا دشمن شیطان ہم سب کو ہمیشہ کے لئے رسوائی و ذلت میں دھکیل کر ناکام کرنا چاہتا ہے۔ کاش! انسان سوچے، سمجھے اور فکر کرے۔

اللہ تعالی نے انسان کی کامیابی کا راز اپنی فرمانبرداری میں رکھا ہے۔ اپنے احکامات اپنے نائبین کے ذریعے ہمیشہ اپنی مخلوق تک پہنچاتا رہا ہے۔ جیسے انسان کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام انسان کی زمین پر آمد سے پہلے کر دیا گیا ایسے ہی اخروی کامیابی کا انتظام بھی انسان کی آمد سے پہلے کر دیا گیا۔ سیدنا آدم علیہ السلام جو پہلے انسان ہیں، اللہ کے پہلے نائب ٹھہرائے گئے۔ ادھر دوسرا انسان پیدا ہوا تو اس کے لئے پہلے ہی اللہ کا نائب موجود تھا اور ایسے ہی یہ سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رہا۔ انسان کی بھلائی اور انسان سے دوستی نبھانے کی غرض سے اللہ تعالی اپنے نائبین (جو نبی و رسول ہوتے ہیں) کو بھیجتا رہا۔ جنکے ذریعے اپنا حق والا راستہ واضح دکھلا کر شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے احکامات صادر فرماتا رہا۔ سب سے آخر میں انسان کی فلاح و بھلائی کے لئے اللہ کے جو نائب تشریف لائے وہ ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی کے ساتھ ہی چونکہ اللہ تعالی کے نائبین کی بعثت کا سلسلہ بند ہو گیا اسی لئے اللہ تعالی نے انسان کی فلاح کے لئے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو محفوظ رکھا اور انسان کی کامیابی کی تمام باتیں اس میں درج کر دیں۔ وہ کتاب پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے وہ انسان کو ہمیشہ بہکانا چاہتا ہے۔ خیال رکھنا اسکے بہکاوے میں نہ آنا مگر وہ انسان کتنا نادان ہے جو اللہ کی سچی کتاب کو بھی مانتا ہے لیکن تعلق کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے شیطان کے ساتھ استوار رکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان نے ماننے کا جو انداز اپنایا ہے وہ اللہ کا مقصود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ (جو انسان سے تکمیل پاتا ہے) زنا کاری، چوری، ڈاکہ زنی، اولاد کشی، والدین کی نافرمانی اور حقوق و فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی اور طرح طرح کی معاشرتی گندگیوں سے متعفن ہو چکا ہے۔ اس تعفن کا سبب صرف اور صرف شیطان کی پیروی ہے۔ اگر ہم کتاب اللہ کے بتائے ہوئے راہ مستقیم پر چلتے تو پھر آج سے چودہ سو برس قبل جو معاشرہ ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا، اس کا ایک ایک لمحہ جنت نظیر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد میں آنے والے اصحاب رضی اللہ عنہم کو جہاں یہ حکم دیا کہ اس کتاب کو مانو ساتھ یہ بھی حکم فرمایا کہ یہ قرآن مجید کے

بتلائے ہوئے راستہ کے مطابق زندگی کا لمحہ لمحہ گزارو اور واقعی حقیقت یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ نے زندگی ایسے ہی گزاری۔ جیسے حکم ملا اسی آن اس پر عمل ہوا۔ دنیا ایسی کوئی دوسری شخصیت پیش کرنے سے عاجز ہے کہ اس کے پیروکاروں نے ایمان لانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی حکم عدولی کی ہو۔ جیسے احکامات کا نزول ہوتا گیا اسی وقت اس پر عمل پیرا ہوتے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو انکے جیتے جی کامیابی کی سند عطاء فرمادی کہ مرنے سے پہلے سن لو! "تم کامیاب ہوگئے۔"

بعد میں آنے والے (پیدا ہونے والے) تمام انسانوں کو کتاب اللہ میں حکم کیا گیا کہ اصحاب رسول علیہم الرضوان کی طرح زندگی گذارو تب کامیاب ہوگے۔ انکی زندگی کا خلاصہ صرف اور صرف یہ ہے کہ انہوں نے دشمن کو پہچان کر اس کی ایک نہ سنی جبکہ زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ و رسول ﷺ کے احکام کی پابندی و اطاعت میں گزار دیا۔ ایسے افراد سے جب معاشرہ کی تشکیل ہوئی تو وہ دنیا کا مثالی معاشرہ بن گیا آج بھی اُس معاشرہ کی تشکیل ممکن ہے مگر طریقہ وہی اختیار کرنا پڑے گا جو اصحاب رسول علیہم الرّضوان نے اختیار کیا یعنی اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت، اسوۂ حسنہ سے محبت اور شیطان رجیم کے اعمال سے نفرت کا عملی اظہار۔ اس کے باوجود کہ آج کے کافرانہ جمہوری معاشرہ میں نیکی و تقوی کی کوئی اہمیت نہیں پھر بھی اگر اجتماعی انداز سے ہٹ کر انفرادی طور پر اللہ و رسول ﷺ کی تابعداری اور شیطان دشمنی کی اساس پر کوئی انسان زندگی گزارنے کا عزم کرے تو نیکوکار آدمی ہمیشہ ہمیشہ سلامتی میں رہے گا۔

جس نے بھی نیکی کا راستہ چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کیا اسکو کسی صورت میں بھی سکھ، چین، امن اور سلامتی نام کی چیز نہ دنیا میں میسر آئے گی اور نہ ہی آخرت میں کیونکہ شیطان نے انسان سے وہ کام کروانے ہیں جو انسانی فطرت کے بالکل برعکس ہیں۔ بھلا ایسے افعال کو انسان کے ساتھ کیا نسبت..... جب ان افعال کو فطری طور پر انسان سے کوئی نسبت ہی نہیں تو انسان کو اس سے چین و سکون کیسے نصیب ہو؟ اس لئے انسان کو اس حقیقت سے باخبر رہ کر عملاً شیطان کو دشمن سمجھنا چاہیئے اور اپنے خالق حقیقی اللہ جل شانہ سے والہانہ عقیدت سے سرشار ہو کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنی چاہیئے وہی ہمارا خالق، رزاق اور ہمارا سچا خیر خواہ ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو راہ حق پر چلنے کی توفیق بخشے اور شیطان کے فریب سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ از ص ۲۹

پروفیسر خالد شبیر احمد:

حضرت ابوذر بخاری نے پوری زندگی عقیدے اور نظریے کی جنگ لڑی اور احرار کارکنوں کو فکری لحاظ سے ناقابل تسخیر بنادیا۔

مولانا ابوریحان عبدالغفور، بنام ماسٹر محمد امین

۶۔ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ "سیدنا امام حسینؓ کے اس خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا۔" (الخیر ص ۲۴) لیکن اس کی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی، یزید کا کوئی ایک فسق و فجور بھی ایسا ذکر نہیں کیا جسکو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی بنیاد کہا اور بتایا جاسکے، بنیاد تو عمارت سے پہلے اور مقدم ہوا کرتی ہے جبکہ واقعہ کربلا واقعہ حرہ اور واقعہ مکہ جیسے اس کے جو فسوق و فجور آپ نے ذکر کئے ہیں وہ سب خروج حسینی کے بعد کے ہیں۔ اس اعتبار سے خود خروج حسینی کو ان فسوق و فجور کی بنیاد کہا جانا تو معقول ہو سکتا ہے لیکن ان فسوق و فجور متاخرہ کو خروج مقدم کی بنیاد قرار دینا تو معقول بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ امر واقعہ؟ اس کے لئے تو آپ کو خروج حسینی سے پہلے کا اسکا کوئی سق و فجور ذکر کرنا چاہیئے تھا۔ اور وہ آپ نے ذکر نہیں کیا۔ لہذا آپ کا دعویٰ بلا دلیل ہوا۔ اور دعویٰ بلا دلیل کی حیثیت جو کچھ ہوتی ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ پھر یہ تو آپ فرما رہے ہیں کہ حضرت حسینؓ کے خروج کی بنیاد یزید الفسق و فجور تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا خود حضرت حسینؓ نے بھی اپنے اس خروج کے کسی بھی مرحلہ میں یزید کے فسق و ور کو اپنے اس خروج کی بنیاد قرار دیا؟ حضرت حسینؓ کی شہادۃ کوئی آناً فاناً تو نہ ہو گئی تھی کہ ان سے اس بنیاد کا قول ہونا پردہ خفا میں رہ گیا ہو۔ بلکہ انہوں نے یزید کی ولیعہدی سے پہلے دن سے ہی اختلاف کیا اور اپنے خروج تک ں پر قائم بھی رہے۔ ولیعہدی کے زمانہ میں حضرت معاویہؓ سے مذاکرات ہوئے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ کے لور نر سے اس پر گفتگو ہوئی۔ مدینہ سے مکہ کا سفر ہوا۔ وہاں صحابہ کرام و تابعین عظام سے صلاح و مشورے ہوئے، کوفہ کی طرف نکلے تو صحابہ و تابعین نے روکا۔ کربلا پہونچ کر یزیدی فوج کے ذمہ داروں سے بالمشافہ باتیں ہوئیں، ان تمام مراحل میں سے کیا کسی بھی مرحلہ پر حضرت حسینؓ نے اپنے اس خروج کی بنیاد یزید کے فسق و فجور کو قرار دیا؟ بلکہ کیا کہیں کسی موقع پر اس کے فسق و فجور کا نام بھی لیا؟ اور آپ جیسے دوسرے حضرات تیرہ چودہ صدیوں کی چھلانگ لگا کر حضرت گنگوہی و نانوتوی اور حضرت تھانوی و مدنی سے یزید کا فسق و فجور دنیا کو جو سنانے لگ جاتے ہیں تو خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہی اس کے فسق فجور کی تصریح کیوں نہیں دکھلادیتے؟ آپ کا تو خیر یہ موضوع ہی نہ تھا آپ نے تو خواہ مخواہ دخل در معقولات دیا جنکا یہ موضوع تھا وہ تک بھی اپنی تمامتر جدوجہد کے باوجود حضرت حسینؓ سے یزید کا فسق نہ کہلوا سکے نہ دکھلاسکے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی کو آپ خوب جانتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب۔۔۔۔ یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں۔۔۔۔ میں یزید کو فاسق و فاجر اور لعنتی بنانے پر اپنا ایڑی چوٹی کا سارا زور لگا دیا ہے۔ ادھر ادھر کے حوالے خوب نقل کئے اور ان میں معانی و مطالب اپنی طرف سے بھرے ہیں لیکن اپنی اس تمامتر کوشش کے باوجود وہ خود حضرت حسینؓ سے اس کے فسق و فجور کی ایک تصریح بھی نقل نہیں کر سکے۔ آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے ۶۷۴ صفحے کی ضخیم کتاب۔۔۔ خارجی فتنہ حصہ

دوم۔۔۔۔۔ خاص فسق پر ہی لکھی ہے وہ بھی یزید کو فاسق و فاجر بنانے پر اپنی ساری توانائی خرچ کرنے کے باوجود ہماشما سے تو اس کا فسق کہلواتے اور اگلواتے رہے ہیں لیکن خود حضرت حسینؓ سے ایک دفعہ بھی اس کا فسق نہ کہلوا سکے۔ ایسی صورت میں آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت حسینؓ کے خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا، شاید "مدعی سست گواہ چست" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

۷۔ آپ نے مولانا محمد امینی صاحب اور کرئی کے خط کے جواب میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ "یزید کو فاسق و فاجر کہنا ضروری ہے" اور دلیل یہ دی ہے کہ "اگر اس کو عادل و صالح کہا جائے، فاسق و فاجر نہ کہا جائے تو پھر بہت سے اکابر صحابہ، جلیل القدر تابعین، اور اہل بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے، لہذا ناموسِ صحابہ کے تحفظ کیلئے ضروری ہے کہ اس اکیلے کو ہی فاسق کہدیا جائے"۔ (ملخصاً جوابی مضمون ص ۹) لیکن آپ کی یہی دلیل تو بعینہٖ و بلفظہٖ دوسری طرف بھی جاری ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یزید کو خلیفہ نامزد کرنے والے۔ اس کا مشورہ دینے والے، اس کی بیعت کرنے والے، اس کی بیعت توڑنے والوں اور اس کے خلاف خروج کرنے والوں کو اللہ کا ڈر سنا کر اس سے سختی کے ساتھ منع کرنے والے، اس پر وعیدیں سنانے والے، اس کو بلاجواز و غیر محمود کہنے بتانے والے بھی تو اکابر صحابہؓ، جلیل القدر تابعین اور اہل بیت ہی تھے۔ لہذا آپ کی یہی دلیل کوئی یوں بھی پلٹ سکتا ہے کہ "یزید کو فاسق و فاجر، زانی و شرابی اور جیتے باز و بندر باز وغیرہ وغیرہ کہنے سے اپنی زبانوں کو روکنا ضروری ہے کیونکہ اس سے بہت سے اکابر صحابہ، جلیل القدر تابعین اور اہل بیت کو گناہ گار کہنا لازم آتا ہے۔ کیونکہ کسی فاسق کو باختیار خود خلیفہ بنانا گناہ ہے۔ (ازالۃ الخفاء مترجم ص ۲۳/ج ۱) لہذا ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ یزید کو فاسق و فاجر اور زانی و شرابی بھی نہ کہا جائے"۔ ظاہر بات ہے کہ یزید کو عادل کہنے اور فاسق و فاجر نہ کہنے سے اگر بیعت توڑنے اور خروج کرنے والے صحابہ و تابعین اور اہل بیت کی عظمت و حرمت پر حرف آتا اور ان کے ناموس کے تحفظ کیلئے اس کو فاسق و فاجر کہنا ضروری ٹھہرتا ہے تو اس کو عادل نہ کہنے اور فاسق و فاجر کہنے سے دوسری طرف کے صحابہ و تابعین اور اہل بیت کی عظمت و حرمت پر بھی حرف آخر کیوں نہ آئیگا؟ ان کے بھی ناموس کے ہی تحفظ کیلئے اس کو فاسق و فاجر نہ کہنا بھی آخر کیوں ضروری نہ ٹھہرے گا۔؟

الغرض جس دلیل سے آپ کے نزدیک یزید کو فاسق و فاجر کہنا ضروری ہے بعینہٖ و بلفظہٖ اسی ہی دلیل سے اس کو یہ کچھ نہ کہنا بھی ضروری ٹھہرتا ہے۔ اس کو فاسق و فاجر بنا کر صفائی جیسے حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمنوا صحابہ و تابعین کی دی جا سکتی ہے۔ ایسے ہی اسکو فاسق و فاجر نہ کہہ کر حضرت حسینؓ اور ان کے ہمنوا صحابہ و تابعین کی بھی دی جا سکتی ہے۔ بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر عمدہ اور بہ آسانی دی جا سکتی ہے۔ کیا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں ضرور حضرت حسینؓ وغیرہ کو ہی اصل اور حضرت معاویہؓ وغیرہ کو ہی تابع ٹھہرایا جائے، اس کا عکس بھی تو ہو سکتا ہے؟

پھر بات صرف مولانا محمد امینی اور کرئی صاحب کی ہی تو نہیں، اکابر دیوبند نے بھی تو یزید کے فسق کو مختلف فیہ فرمایا ہے۔ اس سے موجب لعن افعال ناشائستہ کے صدور کے ثابت ہونے نہ ہونے یعنی اسکو فاسق و فاجر ماننے نہ ماننے کو دونوں کو ہی حق، صحیح اور اصول کے موافق کہا ہے۔ دونوں ہی طرف نصوص سے بکثرت دلائل کا ہونا بتایا

ہے۔ تو کیا ان اکابر کے بارے میں بھی یہی کہا جائیگا کہ انہوں نے یزید کے غیر فاسق ہونے کو بھی حق، صحیح اور موافق اصول کہہ کر اکابر صحابہ، جلیل القدر تابعین اور اہل بیت کو (معاذاللہ) فاسق کہنے کا دروازہ کھول دیا ہے۔؟ حاشاو کلا۔

دراصل بات یہ ہے کہ یزید کو فاسق کہا جائے یا غیر فاسق محض اس کہنے سے کسی بھی صحابی، تابعی یا اہل بیت کو فاسق کہنا لازم نہیں آتا بلکہ یہ اس سے لازم آتا ہے جو آپ نے اس کے فسق کو بالکل خلاف واقعہ، اتفاقی فرض کیا ہوا ہے۔ ورنہ اگر اس کو واقع کے مطابق اختلافی مانا جائے تو پھر یہ محظور ہر گز ہر گز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلافیات میں اختلافی اجتہادی مواقف اور ان کے اجتہادی دلائل و استدلالات کا یوں تقابل نہیں کیا جایا کرتا بلکہ ہر ایک موقف کو مدمقابل موقف سے قطع نظر کر کے اس کے اپنے دلائل کی روشنی میں اسکو دیکھا جایا کرتا ہے۔ ورنہ تو دنیا جہان کے سارے ہی اختلافی اجتہادی مواقف ایک دوسرے کے دلائل کی رد سے غلط ٹھہریں گے۔ حنفی فقہیات مثلاً شافعی فقہیات کے دلائل کی رد سے اور شافعی فقہیات مثلاً حنفی فقہیات کے حوالہ سے قرآن و حدیث کے خلاف قرار پائیں گے۔ آج کل کے غیر مقلدین کی بنیادی غلطی یہی تو ہے۔ یزید کے فسق و فجور کا مسئلہ بھی جب اختلافی ہوا (جیسا کہ میں عرض کر آیا ہوں کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ سے ہی یہ اختلافی چلا آرہا ہے) تو کوئی اس کو فاسق کہے یا غیر فاسق، یہاں بھی ہر ایک کے موقف کو اس کے اپنے ہی دلائل کی روشنی میں دیکھا جائیگا، آپس میں تقابل کر کے ایک دوسرے کی تردید و تغلیط نہ کی جائیگی۔ اور جب ہر ایک موقف کو اس کے اپنے ہی دلائل کو روشنی میں دیکھا جائیگا تو کسی بھی جانب کے نہ کسی صحابیؓ و تابعی کو فاسق کہنا لازم آئیگا نہ کسی اہل بیت کو۔ لہذا قابل اصلاح اگر بات ہے تو مولانا محمد امین صاحب اور کزئی کی نہیں بلکہ مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی کی بات ہے۔

۸۔ آپ نے حضرت معاویہؓ کی طرف سے صفائی دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

"سیدنا امیر معاویہؓ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے (یعنی یزید نے۔ ناقل) نہ کی تھیں تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض۔" (جوابی مضمون ص ۹)

آپ کی یہ صفائی خلاف عقل بھی ہے اور خلاف نقل بھی۔۔۔۔۔ خلاف عقل تو اس طرح ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کو جب خلیفہ نامزد کیا تو اس کی نامزدگی سے جن حضرات نے روز اول سے ہی اختلاف کیا تھا یعنی حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) یہ حضرات، دمشق سے سینکڑوں میل دور مدینہ یا مکہ میں تھے۔ اب اگر انہوں نے یہ اختلاف بقول آپ کے یزید کے فسق و فجور کی بنیاد پر کیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی شراب نوشیوں، امہات الاولاد اور بیٹیوں بہنوں تک سے زنا کاریوں اور کتے، چیتے، بندر بازیوں کے چرچے مکہ و مدینہ تک پہونچے ہوئے تھے۔ اگر اس نے یہ بے حیائیاں ابھی تک کھلم کھلا نہیں کی تھیں تو مکہ و مدینہ والوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گئیں؟ نیز پھر عقل کیسے باور کر لے کہ اس کی جن بے حیائیوں کا شہرہ مکہ و مدینہ میں اڑ رہا تھا ایک ہی حویلی یا کم از کم ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اس کے ایسے باپ کو ان کا علم نہ ہو سکا جو ہزاروں لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی مملکت کے کونے کونے کی خبر رکھتا تھا؟

تاریخ ہی یہ تک بھی بتلاتی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے بلکہ ان کی رعایا کے بعض ذمہ دار افراد نے بھی اس سلسلہ میں یزید کی فہمائش بھی کی تھی۔ ملاحظہ ہو (البدایہ ص ۸۰/ج ۸، تاریخ الاسلام از شاہ معین الدین ندوی ص ۲۱/ج ۲) لہذا یزید کو جیسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی نیز چیتے اور بندر باز بنانے کی آپ نے کوشش کی ہے ایسا کچھ اس کو بنانے کے بعد حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو بھی بالکل اسی طرح فسق اور گناہ سے نہیں بچایا جاسکتا جس طرح کہ آپ کے نزدیک اس کو صالح و عادل مان کر حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو فسق سے نہیں بچایا جاسکتا۔ (جوابی مضمون ص ۹)

۹۔ آپ نے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اس سلسلے میں مزید لکھا ہے کہ

"بالفرض اس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کیلئے فاسق کو تولیت اور امارت فتنہ سے بچنے کیلئے کسی فاسق کی بیعت کس اصول اہلسنت کے موافق گناہ ہے۔ ذرا واضح فرمائیں" (جوابی مضمون ص ۹)

اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہاں گفتگو یزید کے "کسی درجے میں فاسق" ہونے کی نہیں ہو رہی بلکہ شراب نوشی، امہات الاولاد حتیٰ کہ بیٹیوں، بہنوں تک سے زنا کاری، نمازوں کی بربادی، بے دینی، احکام الٰہی سے تجاوز اور باجوں طبلوں کے ساتھ گانے والیوں سے چمٹے رہنے کے درجے میں اس کے فاسق ہونے کی بات ہو رہی ہے۔ (جوابی مضمون ص ۷/۸) نیز اس کے اس فسق کی بات ہو رہی ہے کہ اگر اس کے خلاف خروج نہ کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برسنے کا خطرہ تھا۔ (جوابی مضمون ص ۵) آپ نے انتہائی درجہ میں فاسق ہونے اور کسی درجہ میں فاسق ہونے میں خلط مبحث کر دیا ہے۔ جس درجہ کا فاسق آپ نے یزید کو بنایا ہے۔ اس درجے کے فاسق کی بابت فرمائیں کہ اس کی تولیت و بیعت وغیرہ اصول اہل سنت میں گناہ ہے یا نہیں؟ آپ نے مولانا محمد امین صاحب پر موضوع سے ہٹنے کی بدترین مثال پیش کرنے کی تعریض کی ہے۔ (ص ۸) تو کیا یہاں خود آپ نے بھی تو کہیں وہی مثال نہیں پیش کی؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ مسئلہ یہی ہے کہ باختیار خود ابتداءً کسی فاسق و فاجر اور زانی و شرابی خصوصاً یزید جیسے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی کو خلیفہ بنانا اور اس کی بیعت کرنا اصول اہلسنت میں صرف گناہ ہی نہیں بلکہ سرے سے اسکی خلافت ہی باطل ہے۔

الف۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شرائط خلافت بیان کر کے کہ جن میں ایک شرط، "عدالت" بھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اگر کسی ایسے شخص کو لوگ خلیفہ بنائیں جن میں یہ شرائط نہ پائی جاتی ہوں تو اس کی خلافت کے بانی گنہگار ہوں گے۔" (ازالۃ الخفاء مترجم ص ۲۳/ج ۱)

ب۔ حافظ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ، فرمان باری تعالیٰ ------ لاینال عھدی الظالمین --- کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"فثبت بدلالۃ هذه الآیة بطلان امامة الفاسق وانه لایکون خلیفة الخ۔" (احکام القرآن ص ۷۰/ج ۱)

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یزید کی ولیعہدی کا فیصلہ بلا کسی سے پوچھے پاچھے اور بلا کسی سے مشورہ کیئے کرائے، حالات سے آنکھیں موند کر اپنے گھر کی چار دیواری میں ہی نہ کر دیا تھا۔ بلکہ ساری اسلامی مملکت سے رائے لی تھی، ارباب حل و عقد سے مشورے کیئے تھے، اہل مدینہ اور اہل مکہ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کیلئے تو انہوں نے بنفس نفیس مکہ و مدینہ کا سفر کیا تھا۔ حضرت حسینؓ اور دیگر ان کے ہمنوا حضرات سے اس موضوع پر بالمشافہ بات چیت کی تھی۔ سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو اگر یزید کی شراب نوشیوں، بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا کاریوں، کتے، چیتے اور بندر بازیوں جیسی فاسقانہ و فاجرانہ بے حیائیوں کا علم نہ تھا تو کیا ساری اسلامی مملکت بھی اس کی ان بے حیائیوں سے اندھی بہری ہو گئی تھی؟ خصوصاً جبکہ اس قسم کی بے حیائیاں تو عوام کی بھی چھپی نہیں رہا کرتیں چہ جائیکہ شہزادوں کی؟ جو اپنی شہزادگی کے نشے میں اپنی اس قسم کی بے حیائیوں کو چھپانے کا کوئی خاص اہتمام بھی نہیں کیا کرتے۔ اگر ساری اسلامی دنیا یزید کی اس قسم کی بے حیائیوں سے اندھی بہری نہ ہوئی تھی تو کیا حضرت معاویہؓ کے اس استفسار و استشار عام پر بھی کسی نے ان کو اس کی یہ بے حیائیاں نہ بتائی ہوں گی؟ اور اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ یزید، بہنوں، بیٹیوں تک سے نکاح و صحبت اور کتے، چیتے، بندر بازیاں تک اس راز داری سے کرتا تھا کہ ساری اسلامی دنیا میں کسی کو بھی کانوں کان خبر نہ ہونے دیتا تھا یا یہ کہ کسی میں حضرت معاویہؓ کو یہ کچھ بتانے کی جرات نہ تھی تو حضرت حسینؓ اور دیگر ان کے ہمنوا ان صحابہؓ و تابعین کو تو اس کی ان بے حیائیوں کی پوری پوری خبر تھی ہی، جنھوں نے اس کی ولیعہدی سے پہلے دن سے ہی اختلاف کیا تھا اور پھر مکہ و مدینہ میں جب حضرت معاویہؓ نے اس سلسلے میں ان سے گفتگو کی تھی اور انہوں نے ان کے سامنے بھی ان کی رائے سے اختلاف ہی کیا تھا تو ظاہر ہے کہ اول تو خود ہی ورنہ حضرت معاویہؓ کے پوچھنے پر تو ضرور ہی اپنے اختلاف کی وجہ میں یزید کی یہ بے حیائیاں انہوں نے بیان کی ہوں گی۔ لہذا حضرت معاویہؓ کو اس سے پہلے اگر یزید کی ان بے حیائیوں کا علم نہ تھا تو اب تو ضرور ہو گیا تھا یا ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اپنی رائے پر جو قائم رہے اور یزید کو ولیعہد بنا کے ہی دم لیا تو اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، یا تو حضرت معاویہؓ نے یزیدی بے حیائیوں سے متعلق ان حضرات کے بیان کو غلط قرار دیکر رد کر دیا ہو گا یا صحیح مان کر بھی اپنی رائے پر قائم رہے ہوں گے۔ اگر ان کے بیان کو رد کر دیا تھا تو "صاحب الدار ادریٰ بمافیہ" کے مطابق ان کا رد کرنا ہی زیادہ لائق قبول ہو گا اور اس کو صحیح مان کر بھی اپنے رائے پر قائم رہے تھے تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ "یزید نے یہ بے حیائیاں امیر معاویہؓ کی حیات میں کھلم کھلا نہ کی تھیں۔" کیونکہ کھلم کھلا بالفرض نہیں بھی کی تھیں تو ان کا علم تو کسی نہ کسی طرح سے ان کو ہو ہی گیا تھا اس کے باوجود بھی جب انہوں نے اس کو خلیفہ نامزد کر دیا تو ایک فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ کو مسلمانوں پر مسلط کرنے والا گناہ کمانے کا الزام ان پر بدستور قائم رہا اور آپ کی اس خلاف عقل صفائی سے زائل نہ ہوا۔

اور خلاف نقل آپ کی یہ صفائی اس لئے ہے کہ جس تاریخ کا بقول آپ کے زندہ قومیں انکار نہیں کیا کرتیں اور جس کا انکار آپ کے نزدیک حدیث کے انکار کا پیش خیمہ ہے وہی تاریخ بتاتی ہے کہ صرف حضرت معاویہؓ ہی نہیں بلکہ ان کی رعایا تک بھی یزید کی ان بے حیائیوں سے واقف تھی۔ حتی کہ بعض نے تو ولیعہدی کے موقع پر حضرت معاویہؓ کو اس کی ان بے حیائیوں کی طرف توجہ دلا کر ان کو اس اقدام سے باز رہنے کا اشارہ تک بھی کیا تھا۔ نیز

ج۔ امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ بھی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

"قال الجمہور من الفقہاء والمتکلمین۔ الفاسق حال فسقہ لایجوز عقدالامامۃ لہ الخ۔"

نیز فرماتے ہیں۔

"فثبت بدلالۃ الآیۃ بطلان امامۃ الفاسق۔" (تفسیر کبیر ص۴۲/ج۲۔ جزو۴)

د۔ حافظ قرطبی رحمہ اللہ نے بھی اسی آیت کے تحت، شرائط امامت و خلافت بیان کرتے ہوئے گیارہویں شرط عدالت ـــــ بیان کی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ

"لاخلاف بین الامۃ انہ لایجوزان تعقدالا مامۃ لفاسق۔" (تفسیر قرطبی ص۔۲۷۰/ج۱)

ہ۔ امام نووی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ سے ناقل ہیں کہ

"ولاتنعقد لفاسق ابتداءً فلوطرد علی الخلیفۃ، فسق الخ" (نووی شرح مسلم ص۱۲۵/ج۲)

آپ نے یہاں بھی غلط مبحث کیا ہے کہ فاسق کی خلافت و بیعت، ابتداءً اور بقاءً کو یا تو گڈمڈ کر دیا ہے یا دونوں میں فرق نہیں کیا ہے۔ کسی شرعی مصلحت یا اثارت فتنہ سے بچنے کے لئے کسی فاسق کی بیعت و تولیت میں گناہ نہ ہونا فسق طاری میں ہے نہ کہ فسق اصلی و ابتدائی میں بھی۔ اور یہاں یزید کا فسق، طاری نہ تھا کہ تخت خلافت پر بیٹھتے وقت تو وہ عادل ہو اور بعد میں فاسق ہو گیا ہو۔ بلکہ اس کا فسق، ابتدائی و اصلی تھا۔ یعنی جب اس کو خلافت کیلئے نامزد کیا گیا تھا اس وقت سے ہی وہ فاسق و فاجر چلا آ رہا تھا۔ ورنہ اختلاف کرنے والے پہلے دن سے ہی اختلاف کیوں کرتے؟ آپ نے خود بھی تو لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کے خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور ہی تھا، یہ تبھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ واقعہ کربلا سے پہلے ہی فاسق چلا آ رہا ہو۔ اہل مدینہ نے بھی اس کے کربلائی فسق و فجور کے حوالہ سے خروج نہ کیا تھا بلکہ ان کے خروج کی بنیاد بھی اس کے وہی فسوق و فجور تھے جو حسینی خروج کے تھے اور وہ اس کے تحت خلافت پر بیٹھنے سے پہلے کے ہی تھے۔ لہذا یہاں کسی شرعی مصلحت اور اثارت فتنہ والا ضابطہ لاگو نہیں ہوتا بلکہ کسی عادل و صالح اور جامع شرائط خلافت شخص کو خلیفہ بنانے والے فرض کفایہ والا ضابطہ لاگو ہوتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء مترجم ص۷/ج۱) اور اس ضابطے میں یزید جیسے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی کو خلیفہ بنانا اس کی بیعت کرنا بلکہ اوروں کو بھی اس کی دعوت دینا سب گناہ تھا اور ایسے سب صحابہؓ، ایک باطل خلافت کو قائم کر کے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرنے والے اور گنہگار ہی ٹھہرتے ہیں۔ آپ نے یزید کو جتنا اور جیسے فاسق و فاجر اور شرابی و زانی بنایا ہے اس کے بعد آپ ان صحابہؓ و تابعین کو اس گناہ کے الزام سے نہیں بچا سکتے۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ بقول آپ کے یزید جیسے فاسق کی بیعت و تولیت میں بھی کسی شرعی مصلحت کیلئے اصول اہلسنت کے موافق اگر کوئی گناہ نہ تھا ـــــ اور ہزاروں بے گناہ انسانوں کے قتل، حرم مدینہ و مکہ کی بے حرمتی اور ہزار دوشیزاؤں کی عصمت دری جیسے وہ نقصانات بھی ظاہر ہے کہ اس میں ہرگز نہ تھے جو خلع بیعت اور

خروج میں تھے تو پھر کوئی آپ سے بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ خلع بیعت اور خروج کرنے والوں نے بھی یہی پرامن بے گناہ راستہ آخر کیوں اختیار نہ کرلیا، خلع بیعت اور خروج والے بے گناہ ہی سہی مگر اتنے عظیم نقصانات والے پرخطر راستہ کو ہی انہوں نے کیوں اختیار کیا؟ اگر وہ بھی یہی بے گناہ مگر پرامن راستہ اختیار کرلیتے تو نہ اتنا قتل و قتال اور خون خرابا ہوتا نہ حرم مکہ و مدینہ کی اسقدر بے حرمتی ہوتی اور نہ ایک ہزار دوشیزاؤں کی عزت یوں خاک میں ملتی۔ ایسی صورت میں اگر کوئی، مدینہ و مکہ کی عزت و حرمت کی اس پامالی، ہزاروں صحابہ و تابعین کے اس بے گناہ قتل و قتال اور ہزار دوشیزاؤں کی اس عصمت دری وغیرہ وغیرہ کی تمامتر ذمہ داری الٹا ان حضرات پر ہی ڈالنے لگے جنہوں نے بقول آپ کے شرعی مصلحت اور اثارت فتنہ سے بچنے والا بے گناہ مگر پرامن راستہ اختیار کرنے کی بجائے جان بوجھ کر اس شرعی مصلحت کے خلاف اور خوف فتنہ والا بے گناہ ہی سہی مگر پرخطر راستہ اختیار کیا۔ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آپ اس کی اصلاح اتنی آسانی سے کرسکیں گے۔

۱۰- آپ نے حرہ میں ۷۰۰ مہاجرین اور انصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ کا جانیں قربان کرنا لکھا ہے۔ (ص ۹) لیکن اگر کوئی آپ سے ان سات سو میں سے صرف سات مہاجرین اور صرف سات ہی انصار کے نام پوچھ لے تو مجھے یقین نہیں کہ آپ صرف سات، سات نام بھی بتا سکیں۔ محمود احمد عباسی اور ان کے پیروکاروں نے یزید کو صالح و عادل وغیرہ ثابت کرنے کیلئے بڑا زور مارا تو ۵۰ھ سے لیکر ۱۰۸ھ تک ساری اسلامی مملکت میں پھیلے ہوئے صرف تین پونے تین سو صحابہ نکال سکے۔ آپ صرف حرہ میں شہید ہونے والے سات سو اور وہ بھی عام نہیں بلکہ خالص مہاجرین و انصار بتا رہے ہیں؟ چلئے آپ واقعہ حرہ والے سال یعنی ۶۳ھ میں ساری اسلامی مملکت میں سے صرف مہاجرین و انصار نہیں بلکہ علی العموم چھوٹے بڑے سب صحابہ ہی سات سو پورے کردیں۔ یزید کے حق میں ذرا سی بھی کوئی بات کرے تو آپ سندیں اور ثبوت مانگنے لگ جاتے ہیں۔ اس پر اتنے بڑے بڑے الزامات لگانے کیلئے بھی کوئی سند اور دلیل و ثبوت ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے اور یقیناً ضروری ہے تو بسم اللہ یزید کی شراب نوشیوں، امہات الاولاد حتی کہ بیٹیوں، بہنوں تک سے زنا کاریوں، نمازوں کی بربادیوں اور باجوں طبلوں کیساتھ گانے والیوں کے جھرمٹ میں رہنے جیسی اس کی رنگ رلیوں کی کوئی قابل اعتماد سند اور کوئی ایسا ثبوت پیش کریں جو الزام و ثبوت کے شرعی ضابطوں میں قابل قبول ٹھہرتا ہو۔ اور ان سات سو مہاجرین و انصار کا کوئی اتا پتا بھی کسی قابل اعتماد سند سے بتائیں۔

۱۱- مولانا محمد امین صاحب نے حضرت محمد بن الحنفیہ کی شہادت پیش کی تھی آپ نے جواباً فرمایا کہ

"صحابہ کرام کے اجماع کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔"

"یہ قول ان سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں۔"

آگے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اہل مدینہ کے تحقیقاتی کمیشن (جس کے سربراہ حضرت عبداللہؓ بن حنظلہؓ اور حضرت عبداللہ بن مطیعؓ تھے) کے حوالہ سے یزید کی وہی شراب نوشیاں، بندر بازیاں، رنڈی بازیاں اور نمازوں کی بربادیاں وغیرہ وغیرہ ذکر کرکے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ

"مولانا ان سب صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن الحنفیہ کی بات جو بے سند ہے پیش کرتے

ہیں، جسکی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا وہ آپ کو پسند آ گئی۔" (جوابی مضمون ص ۷/۸)

فسق یزید پر صحابہؓ کے اجماع کا آپ کا دعویٰ بالکل خلاف واقعہ ہے، کیا جنہوں نے یزید کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔ وہ صحابہؓ نہ تھے، کیا انہوں نے زانی، شرابی اور لچے لفنگے کو خلیفہ بنا دیا تھا؟ اس وقت اگر وہ ایسا نہ تھا تو پھر وہ ایسا کب بنا تھا؟ اس کا کوئی اتا پتا بھی تو بتانا چاہئیے؟ پھر جن حضرات نے حضرت حسینؓ اور اہل مدینہ کو خلع بیعت اور خروج سے منع کیا تھا، کیا وہ صحابہؓ و تابعین نہ تھے؟ یہ کہنا کہ وہ بھی جانتے مانتے اس کو فاسق و فاجر ہی تھے، صرف اثارت فتنہ سے بچنے بچانے کیلئے انہوں نے منع کیا تھا، محض بلا دلیل ہے، اگر اس کے فسق پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہوتا تو بعد کے اہل سنت اس میں مختلف نہ ہوتے، یہ کہنا کہ وہ، یزید کا نام لیکر اس پر لعنت کرنے نہ کرنے میں مختلف ہوئے تھے، اس کے فاسق ہونے نہ ہونے میں مختلف نہ ہوئے تھے، یہ بھی محض تحکم ہے۔ نام لیکر لعنت کے جواز و عدم جواز کا اختلاف تو ہے ہی صرف انہیں حضرات کے درمیان جو اس سے فاسقانہ و فاجرانہ افعال کا صدور ثابت مان کر اس کو فاسق و فاجر مانتے ہیں۔ رہے وہ حضرات، جن کے نزدیک اس سے فاسقانہ و فاجرانہ افعال کا صدور ثابت ہی نہیں وہ تو اس کو فاسق و فاجر ہی نہیں مانتے، نام لیکر ہو یا بغیر نام لئے، لعنت کے جواز کے قائل وہ کہاں ہوں گے؟ بلکہ ان کے ہاں تو لعنت کا جواز و عدم جواز سرے سے زیر بحث ہی نہیں خواہ بنام ہو یا بلانام۔ چنانچہ اکابر علماء دیوبند (رحمہم اللہ) اور خود مفتیان جامعہ خیر المدارس کی تصریحات گزر چکی ہیں۔ ایک تصریح حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

"امام ترک سبہ و لعنتہ فبناء علی انہ لم یثبت فسقہ الذی یقتضی لعنہ او بناء علی ان الفاسق المعین لایلعن بخصوصہ اما تحریماً واماتنزیہاً۔" (فتاوی ابن تیمیہ۔ ص۴۸۴/ ج۸ طبع جدید)

یزید کے فسق و فجور پر آپ کے دعوے کے مطابق اگر صحابہؓ کا اجماع مان لیا جائے تو پھر اس کے بعد یہ بھی ماننا پڑیگا کہ صحابہؓ نے جانتے مانتے ہوئے بھی ایک فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ کو خلیفہ بنا کر یا مان کر خود اپنے ہاتھوں خلافت عادلہ کی جگہ خلافت باطلہ قائم کر کے گناہ کمایا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خلافت باطلہ کی جگہ خلافت عادلہ کے قیام کی حسینی کوششوں میں حضرت حسینؓ کا ساتھ دینے یا کم از کم ان کا حوصلہ ہی بڑھانے کی بجائے الٹا ان کو بھی اس سے نہ صرف منع کیا تھا بلکہ یزید جیسے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی کی ہی اطاعت قبول کر کے خلافت باطلہ پر ہی قناعت کر لینے کی انکو دعوت دی تھی۔ نیز یہ کہ وہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ وعیدیں، خلافت باطلہ (اہل سنت کے نزدیک فاسق کی خلافت منعقد نہیں ہوتی۔ یزید فاسق تھا تو اس کی خلافت منعقد ہی نہ ہوئی تھی۔ جب صحابہ اسی کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے تو لازم آیا کہ وہ خلافت باطلہ غیر منعقدہ کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے تھے) غیر منعقدہ کو قبول نہ کرنے اور زانی و شرابی متغلب کی اطاعت نہ کرنے پر سناتے رہے۔

ظاہر ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں ایسا کوئی دشمن صحابہؓ ہی سوچ سکتا ہے کوئی صحیح العقیدہ سنی مسلمان ایسا ہرگز نہیں سوچ سکتا۔ لہذا یہ کہے اور مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یزید کے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ

ہونے پر صحابہؓ کا اجماع ہر گز نہ تھا بلکہ اس سے متعلق ان میں اختلاف تھا۔ اور ثبوت اس پر شراب نوشیوں، زنا کاریوں اور کتے، چیتے، بندر بازیوں نیز رندمی بازیوں کا الزام لگانے والوں پر ہے۔ انکار کرنے والوں پر نہیں۔

رہی بات اس قول کے بے سند ہونے کی؟ تو یہ بات آپ کی بجا ہے۔ لیکن آپ نے شراب نوشیوں، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا کاریوں اور بندر بازیوں، رندمی بازیوں کے جو شرمناک الزامات اس پر لگائے ہیں اور بار بار ان کو دھرایا ہے ان کی بھی تو قابل اعتماد سند کوئی ماں کا لال پیش کرے۔ یہ الزامات بھی تو کسی قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ (رضی اللہ عنہم) کی شان سے بہت ہی فروتر ہونے کی وجہ سے وہ بھی ان پر بہتان ہی بنتے ہیں۔ حالانکہ الزامات کیلئے تو قوی اور قطعی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ براءت کیلئے شک اور احتمال بھی کافی ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں جب محمد بن الحنفیہ کا یہ قول مذکور ہے تو کم از کم احتمال تو اس کا ہے ہی کہ وہ ان کا ہی قول ہو۔ لہذا یزید کی براءت کیلئے کافی ہوگا۔ بخلاف آپ کے الزامات کے کہ ان کے ثبوت میں جبتک ایک رائی جتنا احتمال بھی رہیگا اسوقت تک وہ ثابت نہ ہوں گے۔ لہذا محمد بن الحنفیہ کے قول کی قابل اعتماد سند کی بات کرنے کی بجائے آپ کو ان الزامات کی قابل اعتماد سند کی فکر کرنی چاہیئے جو آپ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن حنظلہؓ یا ابن کثیر اور الصواعق وغیرہ کے حوالہ سے یزید پر لگائے ہیں۔

آپ کا یہ لکھنا بھی بالکل غلط ہے کہ "محمد بن الحنفیہ کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا تھا۔" اول تو اس لئے کہ نہ تمام اہل مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔ (چنانچہ آل عمرؓ، آل علیؓ، آل عباسؓ، آل جعفرؓ، اس میں شریک نہ تھے۔ اسی طرح انصار کا سب سے بڑا قبیلہ۔۔۔۔ بنو عبدالاشہلی۔۔۔۔ بھی اس میں شریک نہ تھا۔ مدینہ کے بڑے بڑے ذی اثر گھرانے بھی اس خروج سے بیزار تھے، خود شہر والوں کی مدد سے ہی شہر پر یزیدی فوج کا قبضہ ہوا تھا۔ مدینہ میں رہائش پذیر تمام بنوامیہ بھی اس خروج سے الگ تھلگ تھے) اور نہ تمام اہل مدینہ نے یزید پر شراب نوشی و زنا کاری اور ترک صلوۃ وغیرہ کے الزام ہی لگائے تھے اور نہ محمد بن الحنفیہ کی بات چیت ہی تمام اہل مدینہ سے ہو رہی تھی بلکہ ان کی گفتگو تو صرف عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی۔ یہ چند افراد اپنی ساری جماعت سمیت بھی "تمام اہل مدینہ"، ہر گز نہ تھے۔

دوم ان چند افراد نے بھی محمد الحنفیہ کی بات رد نہ کی تھی بلکہ ان کے اس سوال پر کہ "تم نے اس کو یہ کچھ کرتے دیکھا ہے"؟ اقرار کیا تھا کہ "ہم نے اگرچہ خود دیکھا نہیں لیکن ہمارے نزدیک ہے یہ حق"۔۔۔۔ انہ عندنا لحق وان لم یکن رأینا۔۔۔۔ پھر محمد بن الحنفیہ نے ان پر قرآن سے اتمام حجت کیا تو وہ لاجواب ہو گئے۔ نیز انہوں نے ان کے "مارئیت الخ" والے مشاہدے کو بھی رد نہیں کیا بلکہ اس کو تسلیم کر کے یہ کہا کہ "اس نے یہ سب آپکو دکھانے کیلئے کیا تھا"۔۔۔۔ فان ذالک کان منہ تصنعا لک۔۔۔۔ اس کا بھی جو جواب محمد بن الحنفیہ نے دیا اس کو وہ رد نہیں کر سکے۔ الغرض ہر طرح سے وہ لاجواب ہوئے تھے۔ اس کو یہ کہنا کہ "تمام اہل مدینہ نے ان کی بات کو رد کر دیا تھا۔" حد درجہ تعجب خیز اور مضحکہ انگیز ہے۔

اسی طرح آپ کا محمد بن الحنفیہ کی بات کو تمام صحابہؓ و تابعین کے مقابلہ میں کہنا بھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ

تمام صحابہؓ وتابعین بھی اس خروج میں اہل مدینہ کیساتھ شریک نہ تھے اور نہ تمام صحابہ وتابعین کا یزید کو فاسق وفاجر اور زانی وشرابی کہنا، ماننا ہی کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہے۔ قسم اول کے صحابی تو شاید صرف ایک حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما ہی تھے۔ قسم دوم یعنی عہد نبوی میں صرف پیدا ہونے کی وجہ سے صحابی کہلانے والے بھی دس بارہ سے زیادہ نہ تھے۔ پھر ان میں سے بھی اکثر کے بارے میں صرف "قتل یوم الحرۃ" کی تصریح ملتی ہے یہ تصریح نہیں ملتی کہ وہ باقاعدہ اہل خروج کے ساتھ شریک ہو کر یزیدی فوج سے مقابلہ میں قتل ہوئے یا ہڑبونگ میں، بہر حال ان سب کو صحابی بھی مان لیا جائے اور خروج میں باقاعدہ شریک بھی تو تب بھی یہ "تمام صحابہؓ وتابعین" نہیں بنتے بلکہ صرف چند بنتے ہیں۔ جبکہ اس خروج میں شریک نہ ہونے والے، بلکہ اوروں کو بھی سختی کیساتھ منع کرنے والے نیز خود بھی یزید کی اطاعت ولزوم جماعت پر قائم رہنے والے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرنے والے صحابہؓ وتابعین ان سے تعداد میں بھی کہیں زیادہ تھے اور مرتبے میں بھی ان سے کہیں بڑھ کر تھے۔

پھر آپ کی یہ تعریض بھی بالکل بے معنی ہے کہ "جسکی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا وہ آپ کو پسند آ گئی"۔ اس لئے کہ اول تو اہل مدینہ محمد بن الحنفیہ کی بات کو رد نہ کر سکے تھے بلکہ دلیل کے اعتبار سے خود ان کی بات رد ہو گئی تھی، کما مر آنفا، دوم اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے انکی بات رد ہی کر دی تھی تو تب بھی اس کا پسند آجانا بالکل ہی بے بنیاد نہیں بلکہ اس کی ایک معقول وجہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ یہاں تقابل صرف تمام اہل مدینہ اور محمد بن الحنفیہ کا ہی نہیں تھا بلکہ دید وشنید کا تقابل بھی تھا۔ محمد بن الحنفیہ اپنا مشاہدہ بیان کر رہے تھے اور اہل مدینہ محض سنی سنائی اور خالص افواہی بات کو آگے چلتا کر رہے تھے۔ اور دید وشنید میں دید کو ہی پسند کرنا یا اس کا پسند آنا نہ صرف یہ کہ قرین عقل وقیاس ہے بلکہ تعلیم نبوی بھی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد (حضرت ماریہؓ) کا واقعہ مذکور ہے کہ بعض منافقین نے ان کو ان کے چچازاد بھائی (حضرت مابورؓ) سے متہم کر دیا اور یہ خبر اس انداز سے پھیلی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا یقین آ گیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مابورؓ کو جا کر قتل کر دو۔ حضرت علیؓ گئے اور اس کو پکڑ کے جو اپنی طرف کھینچا تو اس کشمکش میں اس کا ستر کھل گیا، حضرت علیؓ نے دیکھا تو پیدائشی طور پر اس کا عضو مخصوص ہی نہ تھا۔ حضرت علیؓ اس کو قتل کئے بغیر واپس آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات آ کر بتلا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"الشاھد یری مالایری الغائب"۔

یعنی حاضر وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

(صحیح مسلم ص ۳۶۸ ج ۲ والبدایۃ ص ۳۰۴ ج ۵)

دیکھ لیجئے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شنید پر حضرت علیؓ کی دید کو پسند فرما رہے ہیں وہاں تو شنید بھی چند اہل مدینہ کی تھی ان کے مقابلہ میں محمد بن الحنفیہ کی دید اگر مولانا محمد امین صاحب کو پسند آ گئی تو اس پر تعریض کے کیا معنی؟

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض دفعہ ایک آدمی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ایک امر غیر واقع کو امر واقع یقین کر سکتا ہے، اور یہ نبوت کے بھی منافی نہیں چہ جائیکہ صحابیت وتابعیت کے؟ لہذا اہل مدینہ جب خود اقرار کر

رہتے ہیں کہ انہوں نے بذات خود یزید کو یہ کام کرتے نہیں دیکھا تو یہ محض ان کی شنید ہوئی اور شنید و دید میں تعارض کے وقت دید کا قابل پسندیدگی ہونا بنص حدیث ثابت ہے۔ لہذا مولانا امین صاحب نے محمد بن الحنفیہ کی دید کو اہل مدینہ کی شنید کے مقابلہ میں پسند کیا ہے تو بالکل صحیح کیا ہے۔ اس پر آپ کی تعریض بالکل غلط ہے۔ بلکہ اگر اس کو حدیث مذکورہ کے خلاف بھی کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو۔

۱۲۔ آپ نے ایک درجن کے قریب اکابر علماء اہلسنت کا یزید کو فاسق و پلید وغیرہ کہنا بھی نقل کیا ہے۔۔۔ بالکل بجا! لیکن آپ تو محمد بن الحنفیہ جیسی عظیم تابعی شخصیت کو صحابہ کے مقابلہ میں بے حیثیت قرار دے آئے اور صحابہ کے مقابلہ میں ان کی بات بڑی سختی سے رد کر آئے ہیں۔ یزید کو خلیفہ بھی تو صحابہ نے ہی بنایا مانا تھا۔ اس کی بیعت کرنے اور اس پر قائم رہنے والوں میں بھی تو صحابہ تھے، اس کی بیعت توڑنے اور اس کے خلاف خروج کرنے والوں کو سختی سے منع کرنے والے بھی تو صحابہ و تابعین ہی تھے، اور ادھر یہ اکابر اپنی جگہ کتنے ہی عظیم سہی پر سب مل کر بھی اکیلے محمد بن الحنفیہ جتنے عظیم تو ہرگز نہ تھے۔ جب ان کی بات حضرت عبداللہ بن حنظلہ (رضی اللہ عنہما) جیسے صغار صحابہ کے مقابلہ میں آپ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو ان سے نچلے درجے کے ان اکابر کی اس بات کو بھی کوئی آپ ہی کے اصول کے مطابق حضرت معاویہ، حضرت مغیرہ، حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) جیسے اکابر صحابہؓ کے قول و عمل کے مقابلہ میں اس سے بھی زیادہ بے حیثیت کیوں نہیں کہہ سکتا؟ اگر محمد بن حنفیہ کی بات اس لئے بے حیثیت ہے کہ وہ بے سند ہے تو یزید کو شراب پیتے، زنا کرتے ان اکابر نے بھی نہ خود دیکھا ہے اور نہ کسی دیکھنے والے تک ان کی بھی کوئی سند ہی متصل ہے۔ ان کی یہ بات بھی محض بے سند افواہوں پر ہی مبنی ہے سند و ندان کی اس بات کی بھی کوئی نہیں ہے۔ الغرض جیسے آپ نے محمد بن الحنفیہ جیسی عظیم تابعی شخصیت کی بات کو صحابہ کے مقابلہ میں بے حیثیت و بے سند کہہ کر رد کر دیا ہے ایسے ہی کوئی آپ کا مدمقابل ان اکابر کی اس رائے کو بھی ان کی تمامتر عظمت کے باوجود صحابہؓ کے مقابلہ میں اول تو اس سے کہیں بڑھ کر ورنہ کم از کم اسی حد تک تو ضرور ہی بے حیثیت و بے سند کہکر رد کر سکتا ہے۔

یہ سب آپ کے ضابطے قاعدے کے مطابق ہے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے اکابر کی اس بات کو بھی رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر کوئی شخص ان اکابر کی اتباع میں یزید کو فاسق اور پلید ہی کہنا چاہتا ہے تو جیسے انہوں نے کہا ہے ویسے بڑی خوشی سے کہے لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ اور مولانا محمد امین صاحب اور کزئی کو کیا نقصان؟ کیونکہ جن اکابر نے اسکو فاسق و پلید وغیرہ کہا لکھا ہے انہوں نے ہی اس سے ملعونانہ وفاسقانہ افعال کا صدور ثابت نہ ماننے کو بھی حق، صحیح اور موافق اصول کہا اور لکھا ہے، اس طرف بھی نصوص سے دلائل کا بکثرت موجود ہونا بتایا ہے۔ اس اعتبار سے ان اکابر کا مسلک یزید کو صرف فاسق و پلید وغیرہ کہنا ماننا ہی نہ ہوا بلکہ اس کو یہ کچھ نہ کہنا نہ ماننا بھی ہوا۔ لہذا اگر کوئی شخص اس کو فاسق اور پلید وغیرہ کہنا ماننا نہ چاہے تو جیسا کہ میں شروع میں عرض کر آیا ہوں، غلط اور اکابر کے مسلک کے خلاف اس کو بھی نہیں کہا جا سکتا اور نہ ایسے شخص کے خلاف اکابر کی یہ عبارتیں حجت کے طور پر پیش ہی کی جا سکتی ہیں کیونکہ وہ بھی اکابر کا کیا ہوا ہی کہہ اور مان رہا ہے۔

زبانِ خلق

بنیاد پرست عبدالواحد بیگ

"وہ کافرہ کیا مسلمان ہو گئی ہے" یا آپ.....؟

محترم المقام جناب سید کفیل احمد بخاری صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے ایک صاحب نے ماہ نامہ "دعوتِ اسلام" لاہور کا ایک پرانا شمارہ فتویٰ نمبر جنوری ۱۹۹۱ء "بے نظیر کافرہ ہے" پہنچایا ہے جو دو سو صفحات پر پھیلا ہوا حضرت علامہ مولانا عبدالقادر آزاد صاحب کے رشحات قلم اور ادارت کا ایک حسین ترین اور حقیقت افروز مرقع ہے۔ سائل پوچھتا ہے کہ بے نظیر اب مسلمان ہو گئی ہے یا وہ فتویٰ نمبر خدانخواستہ غلط ہو گیا ہے؟ تعجب ہے کہ ان دنوں حضرت مولانا آزاد صاحب بے نظیر کی حمایت میں رطب اللسان ہیں۔ نہ معلوم اس انقلابِ ذہن و قلم اور فکر کی کیا وجہ ہے؟

اس انقلاب کو حیرت سے دیکھتا ہوں!
زمانہ کہتا ہے دیکھا کرو ابھی کیا ہے

مذکورہ رسالہ کے مندرجات:

× راولپنڈی اور اسلام آباد کے ایک سو علماء کرام اور دس دینی تنظیموں کی طرف سے (ملی یکجہتی) مولانا محمد عبدالقادر آزاد کے فتویٰ کی تائید۔ × دیو بندی مشائخ و مفتیان کا فتویٰ۔ × بریلوی مشائخ کا فتویٰ۔ × اہلحدیث مشائخ کا فتویٰ۔ × شیعہ مشائخ کا فتویٰ۔ × جماعت اسلامی کے مشائخ کا فتویٰ۔ × مفتی افغانستان کا فتویٰ۔ × جامعہ الازہر اور حکومت سعودیہ کے ممتاز علماء کا متفقہ فتویٰ۔ × اخبارات کی رائے اور احتجاج وغیرہ فتویٰ نمبر کی مزینت ہیں۔

جادۂ راہِ خدا غیر از فنا ملتا نہیں
ہے خودی جب تک کہ انساں میں خدا ملتا نہیں
دے جو محتاجوں کو دینا ہے کہ ہے فرصت ابھی
ڈھونڈھتا ہے گور میں قاروں گدا ملتا نہیں

آواز آتی ہے کہ حج اور عمرہ کی سعادت، توبہ تسبیحات اور استغفار کی وجہ سے وزیرۂ عظمیٰ کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ غالباً مطلوبہ فتاویٰ کفر بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے ہوں گے۔!

معروف سیاستدان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بھی خواب غفلت سے کروٹ لی ہے اور پیپلز پارٹی کی حمایت ترک کر کے اس کے خلاف اخباری بیان داغے ہیں۔ لیکن کچھ دنوں بعد پھر نسوانی اور غیر اسلامی حکومت کی حمایت میں رطب اللسان ہیں۔ عملی طور پر تو حمایت پر ہی کمر بستہ ہیں اسے سیاسی ٹیکنیک

(بقیہ صفحہ ۴۷ پر)

ساغر اقبالی

طنز و مزاح

زبان میری ہے بات انکی

○ لاہور ائیر پورٹ پر غضنفر گل سے امریکی ریوالور برآمد۔ (ایک خبر)

ایم این اے ہے۔ شریف آدمی ہے!

○ ہم اقتدار کو عوام کی امانت سمجھتے ہیں۔ (بے نظیر)

حالانکہ یہ امریکہ کی امانت ہے۔

○ صوبائی وزیر کی شراب لانے کا مجرم رہا ہو گیا۔ (ایک خبر)

ہاں اسے! غلطی تھی گئی ہوسی!

○ سلطان راہی غیر عورت پر نگاہ ڈالنا گناہ سمجھتے تھے۔ (صائمہ)

سلطان راہی جنسی بلا تھا۔ کئی اداکاراؤں سے تعلقات تھے۔ (حاجی احسن)

○ کھر کا شکار کے دوران زخمی ہونے والا کتا مر گیا۔ (ایک خبر)

عورتوں کا شکار کرنے والے بھی ایک دن کتے کی موت مر جائیں گے۔

○ وفاقی حکومت کے ۴۳۴ افسروں نے غیر ملکی خواتین سے شادی رچالی۔ (ایک خبر)

وفاقی حکومت کے تمام افسران کے لئے پاکستانی خاتون سے شادی پر پابندی لگادی جائے۔

○ "مقابل ہے آئینہ" میں اظہر سہیل دوسروں کی کردار کشی کرتا ہے، یہ پروگرام بند کیا جائے۔ (ایک مقدمہ)

کس نرخ پہ بکتے ہیں ادیبان ہنر مند یہ راز ہی رہ جائے اسے اور نہاں کر

○ تخریب کاروں کے سر کچل دوں گا۔ (نکئی)

شراب کے مٹکے سے نکلا ہوا چوہا اسی طرح کی بڑھکیں مارتا ہے۔

○ جنسی تعلیم کے لئے عملی اقدامات کریں گے۔ (وزیر صحت بدر الدین)

تعلیمی اداروں میں باقاعدہ پریکٹیکل کروایا جائے گا، اور قائد اعظم کے خوابوں کی تکمیل ہو گی۔

○ مجھے کرکٹ میں خدا ملا۔ (عمران خان)

جھوٹا کہیں کا۔ جمیما ملی جمیما۔

○ بھٹو کی روح پاکیزہ تھی۔ (تحریر از کوثر نیازی)

جسم کی گارنٹی کون دے گا؟

○سلطان راہی ایک دین دار فنکار تھا۔ (جنگ کلچرل رپورٹر)
بالکل میر خلیل الرحمن مرحوم کی طرح نیک تھے۔

○وزیر اعظم بے نظیر جمہوریت کی علامت ہیں۔ (شاہ محمود قریشی)
جمہوریت اور اس کی علامتوں پر ہزار بار لعنت

○پنجاب میں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں۔ عوام کسی چارہ گر کے انتظار میں ہیں۔ (منظور وٹو)
عجیب ہیں وہ لوگ جو سیاست دانوں کی باتوں اور کسبیوں کے بستر پر اعتماد کرتے ہیں۔

○مہنگائی کم اور کراچی میں امن وامان کی صورت حال بہتر ہو گئی ہے۔ (بے نظیر)
لعنۃ اللہ علی الکاذبین

○وزیر اعظم کے ذاتی محافظ کے بیٹے کو بیرون ملک علاج کے لئے ۳ لاکھ ۸۵ ہزار روپے کی ادائیگی۔ (ایک خبر)
قومی خزانہ محافظوں پر ہی خرچ ہو رہا ہے۔

○دو سال میں ۱۱۰ حکومتی ارکان سرکاری خرچ پر بیرون ملک گئے۔ (ایک خبر)
اللہ کرے سارے چلے جائیں اور پھر لوٹ کے نہ آئیں۔

○فریقین کو بتا دیا ہے کہ موجودہ صورت حال جاری رہی تو ہمارا نام لیوا کوئی نہیں ہوگا۔ (نوابزادہ نصر اللہ)
وچوں وچوں کھائی جاؤ، اُتوں رولا پائی جاؤ!

○ٹی وی پروگرام معیاری ہیں، مولویوں کو ویسے ہی ہر جگہ فحاشی نظر آتی ہے۔ (خالد کھرل)
او! بیر بلِ عصر! شناسائیوں تیرا خوب کس نشہ میں بدمست ہے کچھ خوف خدا کر!

○حکومت نے غیر اعلانیہ طور پر سنت رسول ﷺ پر پابندی لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب پورے ملک میں داڑھی رکھنے والوں پر کڑی نظر رکھی جائے گی۔ (ایک خبر)
کتے کی موت آتی ہے تو مسجد کی طرف آکر پیشاب کرتا ہے۔

○ٹھٹھہ میں درگاہ کی زیارت کو آنے والی شادی شدہ عورت سے دو افراد کی زیادتی۔ (ایک خبر)
نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو قبرستان میں جانے سے منع فرمایا۔ عجمی دھرم کے پجاریوں نے جائز کہا۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

○ بے نظیر نماز کے بعد نواز شریف کی درازی عمر کے لئے دعا کرتی ہیں۔ (کھر)
بے نظیر تے نماز! اکھوں انّی تے ناں نور بھری!

○عوام رشوت خوروں کی نشاندہی کریں۔ ہتھکڑی نہ لگواؤں تو اپنے باپ کا نہیں۔ (غلام عباسی)

باقی باتوں کا پتہ نہیں۔ آخری بات کا یقین آیا۔

○ ایسی جمہوریت پر لعنت ! جس میں عام آدمی کو حق نہ ملے۔ (رامے)

سچ آکھیا ای رامیاں!

○ اقتدار میری ٹھوکر پر تھا۔ (مرزا اسلم بیگ)

اگر جرنیل آڑے نہ آتے۔

○ ملازمتیں سیاسی بنیادوں کی بجائے میرٹ پر ہی دی جا رہی ہیں۔ (ناہید خان)

شرم اور اقتدار، آنی جانی چیزیں ہیں۔

○ آصف پر سارے الزام جھوٹے ہیں۔ (حاکم زرداری)

اور وہ "گھوڑوں" والا الزام بھی!

○ مراعات کے بھوکے، دین فروش، شریعت کے علمبردار نہیں ہو سکتے۔ (مشتاق اعوان)

حضرت مولانا فضل الرحمن جواب دیں!

بقیہ از صـــ۴۴ـــ

(نوراکشتی) ہی کہا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ اقبال کی روح زبانِ حال سے سوال کرتی ہے۔

افرنگ نے تو سکھا دی ہے مجھے زندیقی

اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی

اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع

ومن نفس لا تشبع (اوکماقال) آمین یا الہ العالمین

بنیاد پرست:۔ فقیر عبدالواحد بیگ، المرحوم پینٹر

محلہ سادات دہلی گیٹ ملتان۔

بقیہ از صـــ۲۶ـــ

احراریوں کے پیچھے چلنے کو تیار ہوں اور نہ انکے آگے چلنا چاہتا ہوں۔ اس بات پر مولانا محمد یعقوب نورانی صاحب طیش میں آگئے اور فرمایا مولانا آپ علماء سو کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جس کو نبی اکرم ﷺ کی عزت و حرمت کا احساس نہیں اسکو کیا سمجھیں۔ آپ شاید مرزائیوں کے ایجنٹ ہیں آئیے حضرات چلیں۔ ان جیسا ضدی شخص میں نے آجتک نہیں دیکھا۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مقابلہ پر اپنی رائے کو اہم سمجھتا ہو۔ چنانچہ اراکین وفد واپس آگئے! یہ واقعہ تحریک شروع ہونے سے پہلے ہی وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ (جاری ہے)

حضرت قاری قمرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ یورشِ تاتار کے افسانے سے یہ بات پوری طرح عیاں ہے کہ جب کعبے کے وارث اپنی میراث کی ناقدری کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے صنم خانے سے اس کے پاسباں پیدا کر دیئے۔ دور کیوں جائیے، ماضی قریب میں جب سید کے بیٹے نے "ہیر" لکھی، تو ایک سکھ کے بیٹے نے قرآن کی تفسیر لکھی۔ وارث شاہ نے ہیر لکھی اور مولانا احمد علی لاہوری نے قرآن کی تفسیر لکھی۔

راجپال نامی آریہ سماجی ہندو نے ایک کتاب لکھی جسمیں نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی تھی۔ جب غازی علم الدین شہید جو پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھے نے اس بدبخت کو جہنم واصل کیا تو علامہ اقبال مرحوم نے کہا۔

"اسیں گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا"

(ہم تو باتیں ہی کرتے رہے اور بڑھئی کا بیٹا بازی لے گیا) ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں ہزاروں مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ تب مشائخ عظام اور پیرانِ کرام تو تسبیح کے دانوں پر وظیفے گرداتے رہے اور وہ نوجوان جن کا تعلق کوچۂ رنداں سے تھا۔ اپنے سینے گولیوں سے چھلنی کراتے رہے۔

ذالک فضل اللہ یوئتیہ من یشاء

اسکی وجہ شاید یہی ہے کہ اللہ ان لوگوں کو قربانی کی توفیق دیتا ہے جو شکستہ دل ہوتے ہیں، اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے والے..... علم تو انسان میں تواضع پیدا کرتا ہے لیکن اس کے برعکس اگر علم تکبر پیدا کر دے۔ اور بندے اور اللہ کے درمیان حجاب کی سب سے بڑی وجہ بن جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے یہود، اوس و خزرج کو بڑے فخر سے جتلایا کرتے تھے کہ ہم میں ایک نیا نبی آنے والا ہے۔ لیکن نبی کریم محمد ﷺ کی بعثت کے بعد اوس و خزرج تو آمنا و صدقنا کہ کر رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا اعزاز لے گئے اور یہود اپنے نفس کے قیدی بن کر جہنم کے حقدار ٹھہرے۔

عروس البلاد لاہور کی درسگاہوں کو کھنگال ڈالئے۔ یہاں قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں کی اکثریت معاشی طور پر بدحال علاقے اور پس ماندہ طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی ملے گی۔ صرف لاہور ہی نہیں پورے کرۂ ارض پر تعلیم و تعلم قرآن میں لگے اشخاص کی اکثریت کا تعلق اسی طبقے سے ہوگا۔ چند سال پہلے ایک ایسے ہی پس ماندہ علاقے سے تعلق رکھنے والے خادمِ قرآن اس دنیا سے انتقال کر گئے۔ ان کا اسم گرامی تھا....

قاری قمرالدین

قاری صاحب ایک سیدھے سادے انسان تھے۔ جنہیں بڑا بننا آتا ہی نہیں تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو زمین پر یوں سر جھکا کے چلتے ہیں جیسے اللہ کی اس زمین میں اللہ کی نشانیوں کو تلاش کر رہے ہوں۔ جینے کا یہ ڈھنگ اور سلیقہ انہوں نے شجاع آباد کے ایک باخدا بزرگ حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ سے سیکھا تھا کہ.....

پردۂ ہستیٔ موہوم ہٹالو پہلے

پھر جہاں چاہو یار سے باتیں کر لو

چنانچہ انہوں نے وصالِ یار کے شوق میں اپنی ہستی کو اندیشۂ جال سمجھا۔ ان کو اپنی گردن جھکا کر اپنے عیوب پر نگاہ ڈالنے کا فن آ گیا تھا۔ اسکے بعد پھر ان کی نگاہ میں کوئی برا نہ رہا۔

قاری صاحب کا تعلق پنڈی گھیپ کے پسماندہ علاقے سے تھا۔ علم کی پیاس انہیں ایک دُور افتادہ گاؤں سے اٹھا کر لاہور لے آئی۔

خیرکم من تعلم القرآن و علمه

(تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے) والی حدیث پر انہیں ایسا یقین آیا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن سیکھنے اور سکھانے میں گذارنے کا فیصلہ کر لیا۔

آدمی دو ہی اچھے ہوتے ہیں۔ جنہیں عشق سے کام ہوتا ہے۔ یا پھر وہ جو کام سے عشق رکھتے ہیں۔ قاری صاحب کا تعلق دوسری CATAGORY سے تھا۔ چنانچہ اس عشق کے لئے انہوں نے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ "بڑے میاں کے درس" سے کام کا آغاز کیا۔ گدی نشین میانوں کو "جی حضوری" (YESMAN) قسم کا مولوی چاہیئے تھا۔ ان کی عجز میں ڈوبی ہوئی طبیعت کو دیکھ کر انہیں دھوکا ہوا اور انہوں نے قاری صاحب کے مقام کو نہ سمجھا۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ..... "پھولوں کی حفاظت کے لئے خار ہیں یہ لوگ"! قاری صاحب نے اصولوں پہ سودا نہ کیا۔ اور ڈٹ گئے۔ ان گدّی نشینوں نے حسبِ روایت قاری صاحب پر حملہ کرا دیا۔ "مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا" لیکن بہر حال مقابلہ گدّی والوں سے تھا۔ بِن گدّی کے آدمی کہاں تک ٹک سکتا ہے! مدرسہ چھوڑنا پڑا۔ مبارک مسجد میں جہاں کسی زمانے میں مولانا مودودی درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ وہاں کام شروع کر دیا۔ یہاں بھی کچھ لوگ مخالف ہو گئے اور یہ جگہ بھی چھوڑنی پڑی۔ اور ہجرتوں کے عذاب سہتے سہتے نسبت روڈ سے ملحقہ ایک مسجد میں پڑھانا شروع کر دیا۔ یہاں کی انتظامیہ کمیٹی کے ایک صاحب سمگلنگ کا شوق فرماتے تھے۔ چاہتے تھے کہ رند کے رند رہیں اور ہاتھ سے جنت بھی نہ جائے۔ سمگلنگ کے سامان کے لئے مسجد کا کمرۂ استعمال کرنا چاہتے تھے۔ قاری صاحب آڑے آ گئے۔ یہ صاحب بھی خاص ترنگ میں تھے۔ جھگڑا ہوا تو معاملہ عدالت تک پہنچا اور یہ صاحب جیل میں پہنچے۔ قاری صاحب بھی جھگڑتے جھگڑتے تنگ آ گئے تھے۔ چنانچہ کوپر روڈ پر ایک کمرہ کرائے پر لیا۔ اور وہیں تدریس کا

کام شروع کر دیا۔ اس اثناء میں بھونڈ پورہ مزنگ میں ایک خستہ حال غیر آباد مسجد پر نظر پڑی۔ قاری صاحب نے یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ اس مسجد سے پھر قاری صاحب کا جنازہ ہی اٹھا۔ حالانکہ قاری سراج الدین صاحب نے دارالعلوم الاسلامیہ میں آنے کی دعوت دی۔ ۷۰۰ روپے تنخواہ کی پیشکش بھی کی۔ جو کہ اس زمانے میں خطیر رقم تھی۔ لیکن قاری صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی دنیا آپ پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ انکار کر دیا۔

وہ دن لد گئے جب لوگوں کی نگاہ میں معیارِ شرافت نیکی اور تقویٰ ہوا کرتے تھے۔ جب "وفاداری بشرِ استواری اصل ایمان ہے" کا سبق دیا جاتا تھا۔ جب بیٹیاں اس نصیحت کے ساتھ گھر سے رخصت ہوتی تھیں کہ..... سرخ جوڑا پہن کر جا رہی ہو، اب اُس گھر سے سفید جوڑا پہن کر ہی نکلنا۔ اب یہ چیزیں قصہ پارینہ بن کر کتابوں کی زینت بن چکی ہیں۔ اکا دکا لوگ ہیں جو اس نئے زمانے میں ان پرانی باتوں کے امین ہیں۔ قاری صاحب بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ قاری صاحب نے جوانی میں اس مسجد میں قدم رکھا۔ پھر موت ہی ان کو یہاں سے جدا کر سکی۔ بظاہر دیکھنے میں یہ ایک معمولی اور چھوٹی بات نظر آتی ہے۔ لیکن کبھی آپ مسجد کے امام بنے ہوں، یا کسی مدرسہ میں آپ نے پڑھایا ہو تو شاید اس مشکل کو آپ محسوس کر سکیں! جن روحانی تکالیف کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑتا ہے۔ سیکولر "کوڈوؤں" کو کیا معلوم کہ یہ لوگ بھی اپنے سینے میں دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں۔ اسمیں وہ تمام آرزوئیں اور تمنائیں مچلتی ہیں۔ جو عام لوگوں کے دلوں میں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ اللہ کی رضا کے لئے اپنی ذات کو تج کر خدمت قرآن میں لگے رہتے ہیں۔ بلاشبہ یہی لوگ افضل ہیں۔ قاری صاحب کو بھی ان روحانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے پورے صبر و استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ وفات سے ایک دن پہلے شام کو میں عیادت کے لئے گیا تو چہرے پر کرب کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن وفات کے بعد ان کے چہرے کو دیکھا تو یوں لگا۔ جیسے بڑی ہی گہری نیند سو رہے ہوں۔

موت آئی عشق میں تو ہمیں نیند آ گئی
نکلی بدن سے جان تو کانٹا نکل گیا

ان کے چہرے کا سکون اور لبوں پر کھلی مسکراہٹ اس بات کی چغلی کھا رہی تھی کہ انھیں یہ مژدۂ جانفزا سنا دیا گیا ہے۔

یا یتھاالنفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربک راضیة مرضیة۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

اے روحِ مطمئن! اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ ہمارے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور ہماری بہشت میں داخل ہو جا۔

دوسروں کے لئے جینا بھی ایک فن ہے۔ کہ اپنے لئے تو سب جیتے ہیں۔ قاری صاحب خود کو مصائب و آلام

کی دھوپ میں جھلساتے رہے۔ لیکن دوسروں پر سایا کرنا نہ چھوڑا۔ اپنے خلوص سے انہوں نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔

منافقت کو وہ سخت ناپسند کرتے تھے

خوشامد سے انہیں نفرت تھی

خوشامدی اور غلط بات کرنے والے کو منہ پر ٹوک دیتے تھے۔

یہ جو کھلی کھلی تھیں عداوتیں مجھے راس تھیں
یہ جو زہر خندِ سلام تھے مجھے کھا گئے

ابتدا میں بڑے مجلسی آدمی تھے۔ دوست احباب کے ساتھ خوب گپ شپ رہتی لیکن جب حضرت بہلوی رحمہ اللہ سے تعلق قائم ہوا تو یہ نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو گئے۔

دولت کی ہوس نے آج کے انسان کو منافق بنا دیا ہے۔ لوگ ایک ہی چہرے پر کئی چہرے سجائے پھرتے ہیں۔ دلوں میں فاصلے رکھ کر ملنے کا چلن عام ہے۔ ہر شخص "بغل میں چھری اور منہ میں رام رام" کے فلسفے پر عمل پیرا ہے۔ قاری صاحب نے ایک انسان کے لئے دوسرے انسان کو پہچاننا آسان بنا دیا تھا۔ ایک چہرے سے دوسرے چہرے کو نکالنے کا فن ان کے ہاتھ آگیا تھا۔ وہ ہر شخص سے ایک ہی چہرے سے ملتے اور اسی بات نے انہیں لوگوں میں اعتماد بخشا۔

قاری صاحب کی طبیعت کا ایک بنیادی وصف عجز تھا۔ فلوبیر نے کہا ہے کہ، ساری خرابی ذہنی رعونت کی وجہ سے ہے۔ صاحبِ فن میں ناز اور غرور پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو کسی فن میں کمال حاصل ہونے کے بعد بھی اپنی اصل پر قائم رہتے ہیں۔ اور سادگی کو طبیعت کا حصہ بنائے رکھتے ہیں۔ قاری صاحب نے اپنی ذات سے انا کا کانٹا نکال دیا تھا اور پھول ہی پھول ہو گئے تھے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ قاری صاحب حضرت بہلوی سے ملنے کے لئے جاتے تو وہ تمام مصروفیتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُن سے ملنے کے لئے دوڑے چلے آتے۔ حتیٰ کہ بیماری میں بھی جب کسی اور کو ملنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ ان پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے ضرور ملتے۔ "حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی شیفتگی، مرید کی اعلیٰ تربیت کا نشان ہوتی ہے"

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

قاری صاحب ایک بیباک اور فقیر منش انسان تھے۔ انہوں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا۔ صرف اللہ کے سامنے سر جھکایا۔ وہ نصف صدی تک قرآن پڑھاتے رہے۔ لیکن اپنا گھر تک نہ بنایا۔ جبکہ آجکل کے خدام قرآن اللہ کے "فضل و کرم" اور قرآن کی "برکت" سے سجے سجائے گھروں میں بستے اور خوشنما گاڑیوں میں

سفر کرتے ہیں۔

جو خودی کو مہین رکھتے ہیں
کوٹھیاں تین تین رکھتے ہیں

قاری صاحب جمالی بھی تھے۔ اور جلالی بھی۔ عام لوگوں کے لئے سراپا جمال لیکن شاگردوں کی تربیت میں وہ خاصے سخت گیر تھے۔ یہاں جلال ہی جلال تھا جمال کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ طالب علموں کو اپنے جلال کی بھٹی میں گرم کرتے اور پھر کندن بنا کر نکالتے۔ یہ ان کی تربیت کا ہی اثر ہے کہ ان کے شاگردوں کی اکثریت قرآن کی خدمت میں مصروف ہے۔

قاری صاحب یوں بھی خوش قسمت تھے کہ اُن کے دادا اور پردادا حافظ بھی تھے اور عالم بھی۔ ان کے واحد فرزند استاذیم قاری محمد عارف علوی صاحب نہ صرف حافظ و قاری ہیں بلکہ عالم دین بھی۔ سینکڑوں قراء کرام ان سے تجوید و قرأت کا علم حاصل کر چکے ہیں۔

قاری صاحب کا واحد پوتا بھی حافظ و قاری ہے۔ ان کے نواسے اور بھانجے اور بھتیجے بھی حافظ و قاری ہیں اور سبھی قاری صاحب کے شاگرد! اس پہ جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ یا یوں کہئیے فخر کرنے کی چیز اگر ہے تو صرف یہی۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے فرزند شاہ عبدالقادر نے چالیس سال کی محنت شاقہ کے بعد جب قرآن مجید کا پہلا اردو ترجمہ مکمل کیا تو خوشی سے ان کے اوراق کو بار بار پلٹتے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

روزِ محشر ہر کسے در دستِ گیرد نامہ
من نیز حاضر می شوم اوراقِ قرآں در بغل

(قیامت کے دن جب ہر شخص اپنا نامہ عمل لیکر حاضر ہوگا تو میں بھی قرآن کے اوراق لے کر حاضر ہوں گا)

قاری صاحب نے بھی اپنی پوری زندگی اس میدان میں لگا دی۔ سینکڑوں شاگردوں کو قرآن حفظ کرایا۔ ان شاگردوں کی اکثریت اپنے استاد کی طرح قرآن سکھانے میں مصروف ہے۔ اور یوں چراغ سے چراغ جلتے رہیں گے۔ جب تک دُنیا باقی ہے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا۔ اور کسے معلوم کہ قیامت تک ان کی یہ روحانی اولاد ہزاروں لاکھوں تک جا پہنچے۔ اور پھر جب ہر شخص اپنا نامہ عمل لیکر حاضر ہوگا تو قاری صاحب بھی اپنے جلو میں اپنے شاگردوں کو لئے حاضر ہوں گے۔ اور ان شاء اللہ جنت کے اونچے درجوں کے حقدار ٹھہریں گے۔

ان کے جنازے پہ لوگوں کے اژدھام کو دیکھ کر حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے داماد حافظ شفقت صاحب کو بڑی حیرت ہو رہی تھی۔ کہ وہ شخص جو اتنا خلوت پسند تھا۔ جس کے جنازے کی خبر نہ تو ٹی وی میں نشر ہوئی اور نہ کسی اخبار میں شائع ہوئی، پھر یہ اژدھام کیسا؟ میرے ذہن میں یکایک حضرت اکبر کا یہ شعر آگیا

ہنگامے انھیں کے لئے ہیں صلِ علیٰ کے
جو زیست میں عاشق تھے ھواللہ احد پر

یہ کالج کے کسی پروفیسر یا دنیاوی لیڈر کا جنازہ تھوڑا ہی تھا۔ مجھے یاد ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے ہمارے ایک پروفیسر صاحب کے والد انتقال کر گئے۔ ہم سب ٹیوشن پڑھ رہے تھے کہ جنازے کے وقت چھٹی دے دی گئی۔ اس ٹیوشن سنٹر میں قریباً بیس تیس تو ایسے طلبہ بھی ہوں گے جو ان پروفیسر صاحب کے شاگرد تھے۔ میں نے اپنے پانچ چھے دوستوں کو نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کہا، جو چند قدم دور ہونا تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ بہت کم لڑکے نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ نمازِ جنازہ کے عمل میں صرف پانچ منٹ لگے ہوں گے۔ لیکن یار لوگ پانچ منٹ دینے کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ اصل میں جب سے اساتذہ نے تعلیم و تعلّم کو صنعت کا درجہ دے دیا ہے۔ اور پڑھائی کا بل وصول کرنا شروع کر دیا ہے۔ تب سے طلباء نے بھی ہدیہ دل دینا چھوڑ دیا ہے۔ یہ قلبی محبت و اُنس اور حقیقی احترام تو دینی تربیت کے نتیجہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ الحمدللہ دینی مدارس میں نوبت یہاں تک نہیں پہنچی۔ بقول حضرتِ اکبر

دنیا کو خوب دیکھا جتنی محبتیں ہیں
موقع کی سازشیں ہیں مطلب کی ساعتیں ہیں
البتہ جو تعلق دینی خیال سے ہے
اسمیں وفا ہے شامل اور دل کو راحتیں ہے

قاری صاحب نے قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ سو کامیابی ان کا مقدر ٹھہری۔ دنیا میں بھی

ورفعنالک ذکرک

کے زمزمے میں اور اخروی کامیابیاں تو ہیں ہی!

ہم سب پر واجب ہے کہ ان لوگوں کے لئے جنھوں نے اس دور ظلمات میں دین کی شمعیں روشن کیں، ہر نماز کے بعد مغفرت اور ترقیٔ درجات کی دعا کریں۔ آپ بھی ہاتھ اٹھا کر قاری صاحب کے لئے دعا کر دیجئے

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔ آمین!

....

قادیانیوں کے یہودیوں سے روابط اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں!
ایک تحقیقی کتاب جس کے کسی حوالہ کو کوئی مرزائی آج تک رد نہیں کر سکا۔

ابو مدثرہ

قادیان سے اسرائیل تک

قیمت =/60 روپے

بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان۔

محمد عابد مسعود (چیچاوطنی)

کاروانِ احرار منزل بہ منزل

* کفار کی تہذیب کا فروغ ہماری معاشرتی برائیوں کا اصل سبب ہے۔
* ہمارے دینی مدارس ہی کفریہ تہذیب کے سامنے بند باندھ سکتے ہیں
* مجلس احرار اسلام جمہوری سیاست کو شیطانی عمل سمجھتی ہے۔

دارالعلوم ختم نبوت چیچاوطنی میں حفظ قرآن مکمل کرنے والے طلباء کے اعزاز میں منعقدہ تقریب سے حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب

ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ۳ جنوری ۱۹۹۶ء کو دارالعلوم ختم نبوت کے سالانہ امتحانات کے سلسلہ میں حسب سابق چیچاوطنی تشریف لائے۔ حضرت پیر جی مدظلہ ظہر کی نماز کے وقت یہاں پہنچے اور نماز کے فوراً بعد طلبہ کے امتحانات کا سلسلہ شروع ہو گیا جو کہ رات گئے تک جاری رہا۔ مجموعی طور پر نتیجہ ۹۷ فیصد رہا۔ اس کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق ۵ جنوری کو مرکزی مسجد عثمانیہ میں آپ نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے مدلل گفتگو نے عوام الناس کو کافی محفوظ کیا۔ مسجد کا ہال اور صحن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سامعین نے نہایت انہماک سے آپکا خطاب سنا۔ آپنے فرمایا حضور سرور کائنات ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور مشکلات کم ہوتی ہیں۔ حُب نبی کا تقاضا ہے کہ آپ علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے لئے کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ معاشرتی برائیوں کا اصل سبب مسلمانوں کی دین سے دوری۔ اور کفار کی تہذیب و ثقافت کو اپنانا ہے۔ ٹیلی ویژن کفار کی تہذیب کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اس دور میں مسلم قوم کی تباہی میں ٹی وی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اس لئے اس سے چھٹکارا حاصل کریں اور اپنے گھروں کو اس لعنت سے پاک کریں۔ آپ کے گھر خوبصورت ہو جائیں گے، امن و سکون کا گہوارہ بن جائیں گے اور بے حیائی و فحاشی سے کوسوں دور ہو جائیں گے۔ بعد نماز عصر دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ میں حفظ قران کریم مکمل کرنے والے طلباء کے اعزاز میں تقریب کا اہتمام تھا۔ کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآنِ پاک سے ہوا۔ اس کے بعد مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما اور چیچاوطنی کی مشہور سماجی شخصیت جناب عبداللطیف خالد چیمہ صاحب نے مجلس احرار اسلام کی حالیہ پالیسی پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ جماعت موجودہ سیاسی عمل کو شیطانی عمل سمجھتی ہے۔ جو سیاست دینی عمل کے راستے میں رکاوٹ بنے اس کا دین سے کیا تعلق؟ احرار ایسی سیاست کی مخالفت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور پورے اخلاص کے ساتھ اشاعت دین اور حفاظتِ دین

کا کام بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں۔ یہ اعزاز بھی مجلس احرار اسلام کو ہی حاصل ہے کہ بہت ہی نامساعد حالات میں اس خدمت کو انجام دے رہی ہے اور ملک بھر میں دینی اداروں کا قیام اور ان سے ایسے افراد کا تیار کرنا جو نظریاتی اور فکری طور پر اپنے آپکو اسلاف کے نقش قدم پر چلا سکیں اور آنے والے بے دینی کے سیلاب کے سامنے بند باندھ سکیں مجلس احرار اسلام کی اولین ترجیح رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ احرار اسلام متوسط طبقہ کے لوگوں کی جماعت ہے۔ اور ہم نے ہمیشہ اس طبقہ کو ہر جگہ مدعو کیا ہے۔ کبھی بھی کسی امیرزادے کو اس لئے دعوت نہیں دی کہ یہ لوگ ہمیں بڑے بڑے چندے دیں جس میں ان کی حرام کمائی بھی شامل ہوتی ہے۔ احرار اسلام نے ایسے لوگوں کے سامنے کاسہ لیسی سے قطعی گریز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حلال کمانے اور حلال رزق میں سے اپنے دین پر خرچ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

جناب عبداللطیف چیمہ صاحب کی ابتدائی گفتگو کے بعد طلباء نے حضرت پیر جی مدظلہ اور چیچا وطنی کے مایہ ناز عالم دین حضرت مولانا محمد نذیر صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کے سامنے قرآن پاک کی آخری آیات تلاوت کر کے ختم قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اس سال حفظ کرنے والے طلبہ کی تعداد آٹھ تھی۔ دارالعلوم ختم نبوت اپنے محدود ترین وسائل میں بھی قابلِ قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔ جو ایک ریکارڈ ہے۔ مدرسہ کے استاذ محترم قاری محمد قاسم صاحب کی محنت اور اخلاص کے نتیجہ میں تعلیمی معیار کے لحاظ سے اس وقت چیچہ وطنی میں دارالعلوم ختم نبوت سب سے اعلیٰ تعلیمی ادارہ قرار دیا گیا ہے۔ تقریب میں شہر کے معززین کے علاوہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ حاضرین نے اس دینی تعلیمی محنت کو بہت سراہا اور تعریفی کلمات سے نوازا۔

آخر میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ انگریز نے مسلمانوں کو دو حصوں میں بانٹنے کے لئے سرسید کو استعمال کیا۔ جس نے علی گڑھ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی اور بظاہر مسلمانوں کی فلاح کا نعرہ لگایا کہ اس تعلیم سے مسلمانوں کو نفع پہنچے گا مگر یہ ایک حسین جال تھا جو کہ لندن سے بن کر آیا تھا۔ سرسید اپنے کام میں مخلص تھے تو اس وقت کے ایک بوریہ نشین مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تجویز مان لیتے۔ وہ سرسید کے ہم جماعت تھے دونوں مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے سرسید احمد کو کہا تھا کہ مسلمانوں کی زیادہ فلاح تو اس میں ہے کہ ان کو دینی اور دنیاوی تعلیم دونوں سے آراستہ کیا جائے۔ اس لئے بہترین تجویز یہ ہے کہ دارالعلوم سے فارغ ہونے والے نوجوان علیگڑھ میں داخلہ لیں اور علیگڑھ سے فارغ ہونے والے نوجوان دارالعلوم آئیں۔ اس طرح امت مسلمہ کے نوجوان دو حصوں میں بٹنے سے بچ جائیں گے۔ سرسید احمد نے اس تجویز کو رد کر دیا اور مسلمان مسٹر اور مُلّا کے دو طبقوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے۔ اسی وقت سے ہمارے اسلاف نے ایک طرح ڈالی اور برصغیر میں مدارس عربیہ کا جال بچھا دیا۔ جہاں لوگوں کو دنیاوی تعلیم عام ملے وہاں دینی تعلیم کا بھی معقول بندوبست ہونا چاہیئے۔ اس وقت سے یہ کام بہت تیزی

سے جاری ہے اور مجلس احرار اسلام اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس سلسلے میں دن رات مصروف ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ مسلمانوں کی آئندہ نسل قرآنِ کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے علوم و معارف اور علوم قرآنی کی روشنی گھر گھر پھیل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک کو صرف مردوں کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف نہ کریں بلکہ اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ یقین جانیئے یہ آپ کو بلندیوں کی چوٹیوں پر پہنچا دے گا۔ اس وقت مجلس احرارِ اسلام کے شعبۂ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" کے زیر اہتمام اٹھارہ دینی مدارس تعلیمی جہاد میں مصروف ہیں۔ ان میں بچیوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ بستانِ عائشہ کے نام سے ملتان اور گڑھاموڑ میں تین ادارے کام کر رہے ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ علم دین کے ساتھ ساتھ علم دنیا سے بھی نسل نو کو مسلح کیا جائے۔ امت مسلمہ کے نوجوانوں کے شعور کو بیدار کر کے پیکرِ سنت نبوی بنایا جائے اور اقامتِ دین کے لئے اسلام کی بہادر فوج تیار کر دی جائے۔ آخر میں حضرت مولانا نذیر احمد صاحب کی رقت انگیز دعاء کے ساتھ یہ پروقار اجتماع اختتام پزیر ہوا۔ فللہ الحمد۔

بخاری اکیڈمی ملتان کی اہم مطبوعات

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت: -/۱۱۰ روپے

رعایتی قیمت: -/۶۰ روپے، ڈاک خرچ: -/۱۰ روپے

تحقیق کی دنیا میں علماء اور دانشوروں سے داد و تحسین وصول کرنے والی اہم، تاریخی اور تہلکہ خیز کتاب

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر
ایک نئے مطالعے کی روشنی میں

بے پناہ اضافوں کے ساتھ دوسرا اور نیا ایڈیشن

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

مقدمہ: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

قیمت: -/۱۵۰ روپے

مفکر احرار چودھری افضل حق کی تین شاہکار کتابوں کا مجموعہ

دیہاتی رومان
معشوقۂ پنجاب
شعور

قیمت: -/۳۵۰ روپے

عظیم مجاہد آزادی، فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید

● سوانح ● افکار ● خدمات

مؤلف: محمد عمر فاروق۔ صفحات ۲۰۴۔ قیمت: -/۱۵۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

حسنِ انتقاد

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

نام کتاب: ایمان کی جان، شہد سے میٹھا نام محمد ﷺ

مرتب: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی۔ قیمت: -/۹۰ روپے، ضخامت: ۵۱۲ صفحات۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ انوارِ مدینہ، جامع مسجد صدیق اکبر، محلہ صدیق آباد، مانسہرہ۔ صوبہ سرحد۔

مولانا قاضی محمد اسرائیل صاحب دینی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں۔ مختلف مضامین اور کتابوں کے حوالہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی ایک تازہ کتاب "ایمان کی جان شہد سے میٹھا نام محمد ﷺ" اسوقت زیرِ نظر ہے۔ اس کتاب میں فاضل مرتب نے نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی کے مختلف اشیا پر نمودار ہونے کے واقعات کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں مختلف مضامین اور تیسرے حصے میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں لکھی جانیوالی بائیس زبانوں میں نعتیں شامل ہیں۔

فاضل مرتب کی یہ کاوش اس طور پر بنظر احسن دیکھی جائے گی کہ اسمیں قریباً بائیس مختلف زبانوں میں نعتوں کا مجموعہ شامل ہے۔ کتاب کے حصہ واقعات میں گو بعض ایسے واقعات بھی جگہ پا گئے ہیں جو روایت و درایت کے اعتبار سے غرلقہ ہیں مگر مجموعی طور پر کتاب لائق مطالعہ ہے۔

نام کتاب: اللہ ہی اللہ۔ مرتب: قاضی محمد اسرائیل صاحب

ضخامت: ۱۱۲ صفحات: قیمت -/۲۰ روپے

اللہ رب العزت کی وحدانیت کے نشانات جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں۔ جو انسان کو غور و فکر اور تدبر کی طرف راغب کرتے ہیں کہ وہ اس کائنات ارضی و سماوی میں غور کرے اور جانے کہ اس کائنات کا بنانیوالا بھی کوئی ہے۔

قاضی نے اس کتاب میں دس ایسے واقعات کو جمع کر دیا ہے جن سے اللہ کی وحدانیت مترشح ہوتی ہے۔ جنھیں پڑھ کر ایک دہریہ بھی اللہ کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔ ساتھ ہی حمدیہ نظموں کا مجموعہ بھی قابلِ قدر اضافہ ہے۔

کتاب لائق مطالعہ ہے۔ کتابت و طباعت گوارا۔ قیمت مناسب ہے۔

نام کتاب: گستاخِ رسول کی سزا
مصنف: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی۔ کتابت و طباعت: عمدہ
قیمت: ۱۵ روپے۔ ضخامت: ۴۸ صفحات

ماضی قریب میں چند سر پھرے اور بد دماغ موذیوں نے جنم لیا اور نبی ختمی مرتبت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ جس پر وہ پکڑے گئے، عدالت میں مقدمہ چلا مگر بیرونی دباؤ اور اندرونی سازشوں کی وجہ سے یہ مجرم صاف بچ نکلے۔ حالانکہ پاکستان کے قوانین کے مطابق شاتم رسول کی سزا موت ہے۔ دینی و مذہبی جماعتوں کی طرف سے شاتم رسول کو سزائے موت دینے کے مطالبات ہوئے تو بہت سے مسلمان کہلانے والے ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے اور وہ یہ کہتے پائے گئے کہ نبی کریم ﷺ خود معاف کر دیا کرتے تھے تو ہمیں سزا دینے کا کیا حق ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت ننکانہ صاب اس طور پہ قابلِ ستائش ہے کہ اس نے مسلمانوں کے اس ذہنی وفکری انتشار کو دور کرنے کے لئے دو گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے عنوان پر انعامی تحریری مقابلہ کرایا۔ جس سے بہت سے لوگوں کو اس موضوع پر لکھنے کی توفیق ہوئی، اور کئی ایک کتابچے شائع ہوئے۔ زیرِ نظر کتابچہ بھی اس سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ مصنف کی محنت و کوشش قابلِ داد ہے اور اس لائق ہے کہ اسے پڑھا جائے اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لئے کمر بستہ ہوا جائے۔

احرار ختم نبوت سنٹر کی تعمیر

جدید مرکز احرار دارالعلوم ختم نبوت اور احرار ختم نبوت سنٹر مقابل مرکزی مسجد عثمانیہ، معاویہ چوک، ہاؤسنگ سکیم چیچا وطنی۔ کی تعمیر کا کام جاری ہے ضلع ساہیوال بالخصوص علاقہ چیچا وطنی کے ساتھی خصوصی توجہ فرمائیں۔

رابطہ:۔

دفتر احرار جامع مسجد بلاک نمبر ۱۲ چیچا وطنی۔

ترحیم

ادارہ

مسافرینِ آخرت

جناب محمد یونس بٹ مرحوم:

مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے انتہائی مخلص کارکن محترم محمد یونس بٹ ۱۹ جنوری کو انتقال کر گئے۔

احرار کے ساتھ ان کی وابستگی وفا کی زندہ مثال تھی۔ حوادث زمانہ کے باوجود ان کے پائے استقامت میں لرزش نہ آئی۔ بے لوث محبت، خلوص اور جذبۂ خدمت اُن کی شخصیت کے اوصاف تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بھائی محمد یونس مرحوم کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔

حافظ محمد حنیف صاحب مرحوم:

ہمارے بہت ہی کرم فرما اور عزیز دوست محترم قاری ظفر الحق صاحب اور مولانا احسان الحق صاحب کے برادرِ نسبتی حافظ محمد حنیف صاحب گزشتہ ماہ ملتان میں رحلت فرماگئے۔

حافظ صاحب مرحوم انتہائی صالح، خاموش طبع اور خوش اخلاق انسان تھے۔ تمام عمر پوری استقامت کے ساتھ دینی زندگی گزاری۔ محنت مزدوری کر کے رزقِ حلال کماتے اور باقی وقت بچوں کو قرآنِ کریم پڑھاتے۔ ان کی اچانک رحلت سے پسماندگان کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر عطاء فرمائے۔

جناب قاضی عبد اللطیف مرحوم:

ماہنامہ ''الفرقان'' مظفر آباد، آزاد کشمیر کے مدیر جناب قاضی محمود الحسن اشرف کے والد ماجد محترم قاضی محمد عبداللطیف صاحب ۱۹ رجب بروز پیر رحلت فرماگئے مرحوم کے لواحقین میں چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تمام بھائی دین کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ مرحوم اپنے علاقہ میں اشاعتِ دین اور ردِّ رفض میں مستعد و مصروف تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرما کر درجات بلند فرمائے۔

حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم:

ملتان سے ہمارے رفیق جناب حافظ محمد یوسف صاحب ۲۰ جنوری بروز ہفتہ دل کا دورہ پڑنے سے رحلت فرما گئے۔ چند ماہ قبل ان کے والد ماجد حافظ عبدالکریم صاحب انتقال فرماگئے تھے۔ حافظ یوسف مرحوم، ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری صاحب کے ہم جماعت تھے اور حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کے چہیتے شاگردوں میں سے تھے۔ ان کی اچانک رحلت سے اہل خاندان کو گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ خصوصاً ان

کے برادران حافظ محمد ابراہیم صاحب، حافظ محمد معاویہ صاحب (ایم ایم ادیب)، حافظ محمد ابوبکر اور محمد بلال صاحب کے لئے ایک شفیق بھائی کی رحلت اور جدائی گہرا غم ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر عطاء فرمائے۔

مولانا عبدالحمید مرحوم:

بھل ضلع بھکر سے ہمارے کرم فرما محترم مولانا عبدالحمید صاحب گزشتہ ماہ اچانک رحلت فرماگئے۔ مرحوم دینی فکر رکھنے والے ایک باکردار مسلمان تھے۔ ادارہ لقیبِ ختم نبوت کے مستقل معاون تھے اور تاریخی مسائل کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔

عزیزم حافظ محمد یٰسین کو صدمہ:

مدرسہ معمورہ ملتان کے طالب علم عزیزم حافظ محمد یٰسین سلمہ کے والد ماجد ۴ جنوری کو ملتان میں رحلت فرماگئے۔ عزیزم محمد یٰسین کے لئے یقیناً یہ بہت گہرا صدمہ ہے کہ وہ اپنے شفیق اور مہربان والد کی شفقتوں سے محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر عطاء فرمائے۔

عزیزم محمد علی کو صدمہ:

لاہور کے کارکن عزیزم محمد علی صاحب کی خالہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

جناب حاجی عبدالمجید صاحب مرحوم:

ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم حاجی عبدالحمید صاحب کے برادرِ اصغر اور محترم حاجی افضل صاحب کے چچا حاجی عبدالمجید صاحب ۵ رمضان المبارک کو ملتان میں رحلت فرماگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرمائے اور سئیات معاف فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے (آمین)

صوفی محمد حفیظ جالندھری مرحوم:

صوفی محمد حفیظ جالندھری کا نام محتاجِ تعارف نہیں وہ ممتاز نعت خواں اور علماء حق کے مداح و مناد تھے۔ ہمارے مدارس عربیہ کے سالانہ جلسوں میں ان کی نعتوں اور نظموں کی گونج ابھی باقی ہے۔ ایک مخلص، بے نفس اور صالح انسان تھے۔ ۲۵ جنوری کو ساہیوال میں انتقال فرماگئے۔ وہ ماضی مرحوم کی یادگار تھے۔ اسلاف کے ساتھ جو تعلق و محبت انہیں میسر آیا وہ کم لوگوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات کو قبول فرما کر ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے (آمین)

اراکینِ ادارہ تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور لواحقین کے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کی خاص ساعتوں میں ان مرحومین کے لئے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

....

حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

پیغامِ دار

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں روپوشی کے دوران لکھی گئی ایک یادگار نظم اس میں تحریک کا منظر بھی ہے اور جسٹس منیر کی ہفوات کا جواب بھی۔

صبا کے ہاتھ پھولوں کو جو پیغامِ بہار آیا
جنونِ عقل پرور کے لئے وقتِ قرار آیا

نمودِ حسن و جوشِ عشق کے انداز تو دیکھو
کہ اک بیگانہ وار اٹھا، اور اک دیوانہ وار آیا

بہت دیکھا تو دیکھا حسن پر بس عشق مفتوں ہے
مگر وہ عشق جس پر حسن کو خود بھی پیار آیا

اگرچہ پے بہ پے جاری رہی انفاس کی گردش
فریبِ زندگانی کا نہ پھر بھی اعتبار آیا

بہ وقتِ نزع ان کا نام لب پر بار بار آیا
وہ خود تو آنہ سکتے تھے پر ان کا انتظار آیا

انہوں نے خود کیا ہے وعدۂ دیدار محشر میں
نہ جانے دل کو پھر بھی لحد میں کیوں نہ قرار آیا

جو پہنچا ان کے در پر وہ سراپا شوق ہی پہنچا
جو لوٹا مضطرب لوٹا، جو آیا اشکبار آیا

خوشا وہ اعتکافِ روضۂ جنت مدینہ میں
نصیب اس کے جو دو گھڑیاں وہاں جا کر گزار آیا

زہے وہ تخلیہ جس میں میسر ہوں مناجاتیں
مبارک وقتِ عرضِ شوق جس کو سازگار آیا

کبھی اپنے معاصی کا لیا جو جائزہ میں نے
تو فوراً ہی خیالِ رحمتِ پروردگار آیا

غرورِ عشق کے اعزاز و استقبال کی خاطر
کبھی کانٹوں کا تاج اٹھا، کبھی پھولوں کا ہار آیا

بہا خونِ مسلماں جب نبوت کے تحفظ پر
تو میں سمجھا کہ پھر سے فتنۂ ترک و تتار آیا

بڑھے مقتل کی جانب، سر ہتھیلی پر لئے عاشق
یہ دیوانوں کی عید آئی کہ وقتِ گیر و دار آیا

ملا ہے یہ ثمر فصلِ بہاراں کی تمنا پر
کہ پھولوں کے لہو سے خشک کانٹوں پر نکھار آیا

یہی مقتل جسے انصاف کا ایوان کہتے ہیں
یہاں سے عدل خود بھی نامراد و بے وقار آیا

یہاں صبر و تحمل بزدلی کا نام پاتے ہیں
یہاں اخلاص کی تصویر پر گرد و غبار آیا

یہاں اظہارِ حق ہے، جرمِ غداری کے ہم معنیٰ
محمد کے غلاموں کو یہاں پیغامِ دار آیا

شرافت دَم بخود آئی، وفا سر پیٹتی نکلی
حیا زخمی ہوئی، دامانِ غیرت تارتار آیا

فرنگی کی شریعت کا یہاں اقرار لازم ہے
محمد کی نبوت کا بدل، یہ مستعار آیا

خدا کی شان چند اک سفلہ فطرت کفر زادوں کو
ہمارا دین پرکھنے کے لئے ہاتھ اختیار آیا

سید عطاء المحسن بخاری

او حکمراں، جاگیردار.....!

اے حکمراں، اے "فاسقاں"
ظاہر و باہر ہے سب
مجھ پر ترا سرّ و عیاں
(اور.... عیاں را چہ بیاں؟)
تو کہ سر تا پا زیاں
تیری ہستی، اک گماں
بچہ بچہ تجھ سے ہے
بیزار و بد ظن، بدگماں
تیری روش، شیطان وَش
تیری ادائیں کافری
کفار کے جاروب کش!
میرے لئے اس میں نہیں.....
کوئی پھبن.....
تیرا چلن
دل کی چبھن
تو ناگ پھن
دشمن کہن
تجھ سے میں غافل نہیں
میں بھول سکتا ہی نہیں

تیری رہ میں جب بھی میں
حائل ہوا، گھائل ہوا
، اے "ظالماں" اے "فاجراں"
اے حکمراں
اے دشمن دنیا و دیں
اے دشمنِ کون و مکاں
تجھ سے نالاں ہر گھڑی
ہر انس و جاں
او بے اساس و بد زباں
یہ کرّ و فر، یہ این و آں
قائم سدا رہتا نہیں، ہر گز نہیں

....

جو گوشِ حق نیوش ہیں
بجا حواس و ہوش ہیں
غریب کی بھی آہ سُن
شام سن، پگاہ سن
شورِ دلِ فگار سن
فغانِ بیوگان سن
وہ چیخ سن، وہ سسکیاں

وہ "گن" کے زور پر جنہیں
کسی نے چپ کرا دیا
ظلم سے دبا دیا
یہ تیرے لاڈلے تو ہیں
انہیں تو، تُو سنبھال لے
تجھے حیا نہیں ذرا؟
ترا اللہ ہے کوئی؟
ترا گواہ ہے کوئی؟
ترا بھی شاہ ہے کوئی؟
ڈر تُو گیرودار سے
تیرا بھی ہونا ہے حساب
تجھکو بھی دینا ہے جواب
تیرے گلے کے گرد بھی
گرفت میرے ہاتھ کی
تنگ ہو تو سکتی ہے
میں.... کہ اک "عوام" ہوں
(تیرا غلام تو نہیں)
میں بھی آدمی تو ہوں
اور آدمی کا حق ہے یہ
مکاں ملے، مکیں ملے

کوئی "دل نشیں" ملے
زمیں ملے کہ رہ سکے
"عجیں"★ ملے کہ پیٹ بھر کے کھا سکے
جو زندگی کا حق ملے تو زندگی بھی کر سکے
جو ہو سکے تو کان دھر
مِرے لکھے پہ کر نظر
مرے لکھے سے دل لگا
تُو خدا سے لَو لگا
عاقبت پہ کر نظر!
تُو مقتدر، دائم نہیں
تُو وہ خدا دائم نہیں
میں بے نوا دائم نہیں
روزِ مکافاتِ عمل
میں چھوڑ دوں گا، کیا تجھے؟
او حکمراں، جاگیردار
تیرا بھی ہونا ہے حساب
تجھ کو بھی دینا ہے جواب
تیرے گلے کے گرد بھی
گرفت میرے ہاتھ کی
تنگ ہو تو سکتی ہے

★ .... آٹا

انسٹنٹ
جوھر جوشاندہ
فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش کے لیے مفید
صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ جوھر جوشاندہ کی شکل میں۔
خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید جوھر جوشاندہ فلو، نزلہ، زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔
موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے جوھر جوشاندہ احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔
ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ جوھر جوشاندہ ملائیں اور جوشاندہ تیار
دن میں دو یا تین پیکٹ جوھر جوشاندہ استعمال کریں۔
جوھر
جوشاندہ
JOHAR
JOSHANDA
تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت

Kinza

SQUASHES (1 Litre)
KETCHUP (1 Litre)
VINEGARS (1 Litre)

"Sharing the taste"

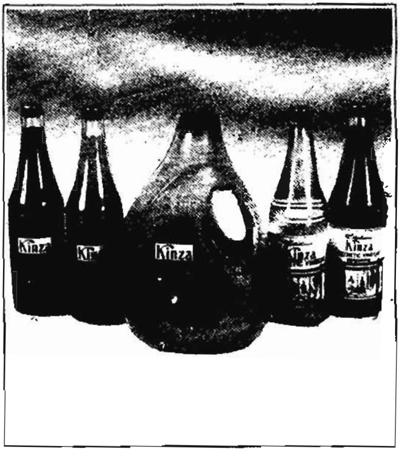

Quality and Economy Guaranteed

wily FOODS (PVT) LTD.
Chand Plaza, off lane 6, Peshawar
Road, Rawalpindi Cantt
Phone: 862076

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہو جاؤ!

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴ء، قادیان

بانی: رئیس الاحرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

اٹھارویں سالانہ دو روزہ

شہداءِ ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد احرار ربوہ

۲۱، ۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء بروز جمعرات، جمعہ

زیر سرپرستی:

شیخ المشائخ حضرت مولانا **خواجہ خان محمد** صاحب مدظلہ

زیر صدارت:

قائد تحریک تحفظ ختم نبوت

ابنِ امیر شریعت **سید عطاء المحسن بخاری** مدظلہ

☆ ۲۱ مارچ بروز جمعرات بعد از مغرب۔ مجلسِ مذاکرہ ☆ ۲۲ مارچ بعد نماز فجر، درسِ قرآن کریم

☆ قبل از نماز جمعہ تا عصر۔ علماء، طلباء، وکلاء اور دانشوروں کے بیانات

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ ۲۱۱۵۲۳، ملتان ۵۱۱۹۶۱

لاہور ۵۷۶۲۹۵۴، ۷۵۶۰۴۵۰، چیچاوطنی ۹۵۳-۶۱۰-۶۱۱۶۵۷